بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم (البقرہ ۲۱۳)

مسلمانو اس کو پڑھو اہل و عیال و احباب کو پڑھاؤ اور حق و باطل میں تمیز کرو
ایک مذہب اہل سنت کے سوا جملہ مذاہب باطل و مردود ہیں

اصلاح تقویۃ الایمان

(حصہ اول)

مصنفہ

عالیجناب مولانا الحاج صوفی شاہ عزیز احمد صاحب رضوی بریلوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ
وعلیٰ آلک واصحابک یا حبیب اللہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ۔ آمِیْن

اصلاحِ تقویۃ الایمان

کے پڑھتے وقت اس کا خاص طور سے خیال رکھیئے کہ باریک قلم سے جو عبارت لکھی ہے۔ وہ مولوی اسماعیل صاحب دہلوی کی ہے۔ اور جلی قلم سے جو درمیان میں (بریکٹ) کے اندر جملے یا عبارت یا الفاظ لکھے ہیں وہ بطور اصلاح بڑھائے گئے ہیں۔ ہمیں یقینِ کامل ہے کہ جو ذرہ برابر بھی ایمان رکھتا ہے اور جس نے سچے دل سے کلمہ پڑھا ہے اور قرآن و حدیث پر دل سے یقین رکھتا ہے۔ اس کیلئے یہ کتاب ہدایت کا آفتاب ہے۔ یہ کتاب ہر مسلمان کے گھر میں ہونا ضروری ہے خود پڑھیئے گھر والوں کو سنائیے اور بچوں کو پڑھائیے، دوست احباب میں اشاعت کیجئے۔

والسلام

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پہلا سبق

صبح کا سہانا وقت ہے، استاد شفیق مدرسہ میں تشریف فرما ہیں، شاگرد ادب سے سامنے حاضر ہیں۔ سبق شروع ہونے والا ہے کہ ایک شاگرد عرض کرتا ہے۔

شاگرد :حضور غلام دستگیر ہمارے ہم سبق ہیں معلوم نہیں آج کیوں دیر لگائی چند منٹ ان کا انتظار کرلیا جائے۔

دوسرا شاگرد :لیجئے حضور وہ آگئے۔سب نے دیکھا کہ ایک کتاب ہاتھ میں ہے چہرے پر اداسی چھائی ہوئی ہے معلوم ہوتا ہے کہ کسی بہت بڑی فکر و پریشانی میں مبتلا ہیں۔

نو وارد : السلام علیکم

جواب : وعلیکم السلام

استاد : کیوں غلام دستگیر آج دیر کیوں لگائی، خیر تو ہے کس فکر میں ہو، اور یہ کتاب کونسی ہے۔

شاگرد : حضور یہ کتاب کل ایک ڈاکیہ مکان پر دے گیا تھا۔کسی نے پارسل کے ذریعے میرے نام بھیجی ہے۔ جب میں مدرسہ سے واپس مکان پر پہنچا تو میرے والد صاحب نے یہ کتاب دیتے ہوئے فرمایا: کیا تم نے کہیں سے کوئی کتاب منگائی تھی؟ میں نے کتاب لیتے ہوئے عرض کی نہیں۔کون دے گیا؟ فرمایا چٹھی دینے والا دے گیا ہے، مجھے حیرت ہوئی کہ یہ کتاب جو کم از کم ڈیڑھ روپیہ قیمت کی ہوگی، مفت اور بغیر قیمت کے کس نے بھیج دی؟

کھول کر پڑھنا شروع کیا جوں جوں اس کتاب کو پڑھتا جاتا پریشانی اور حیرت بڑھتی جاتی۔ یہاں تک کہ ساری رات اسی کتاب کے پڑھنے میں کٹی، نیند نہ آئی۔ اس کے پڑھنے سے میرا عقیدہ اور ایمان مرکز سے ہٹ گیا اور جو دل اطمینان اور سکون کا گھر تھا آج اس میں طرح طرح کے شکوک آ بسے اس کتاب کے سبق میں اور آپ کی تعلیم میں زمین و آسمان کا فرق ہے، اگر میں حضور سے اس بارے میں کچھ دریافت کروں تو شافی جواب سے میرے شبہات رفع فرمادیں گے؟

استاد : کیسے شبہات؟ لاؤ میں تو دیکھوں کیا کتاب ہے اور اس کا مصنف کون ہے؟ یہ کہہ کر کتاب لیکر کھولی دیکھا اور اس کا نام ٹائیٹل پر پڑھا، اور انتہائی افسوس کرتے ہوئے فرمایا۔

پیارے شاگردو : یہ کتاب جس کا نام ''تقویۃ الایمان'' ہے اور مصنف اس کے مولوی اسماعیل دہلوی صاحب ہیں۔ دراصل یہ کتاب ''کتاب التوحید'' کا ترجمہ ہے۔ ابن عبدالوہاب نجدی، جو نجد میں پیدا ہوا تھا اس نے یہ کتاب عربی میں لکھی تھی اس کا ترجمہ اردو میں کیا گیا ہے۔ اور اس نئے مذہب اور غلط عقیدے کو عوام میں پھیلانے کی غرض سے ہزاروں کی تعداد میں چھپوا کر مفت تقسیم کی گئی ہے، جہاں اور جس کو یہ کتاب بھیجی جاتی ہے۔ اسے یہ ہدایت لکھ کر بھیج دی جاتی ہے کہ شہر کے معزز لوگوں کے نام اور پتے لکھ کر بھیج دو۔ لوگ بھیج دیتے ہیں۔ اسی طرح تمہارا نام اور پتہ بھی کسی نے لکھ کر بھیج دیا ہوگا۔ اس کو پڑھ کر جب تم جیسا آدمی کہ جس کو تھوڑی بہت علم کی روشنی بھی حاصل ہے چکر میں پڑ گیا تو عوام، ناواقف، معمولی اردو پڑھے ہوؤں کا کیا حال ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ جب سے یہ کتاب چھپی، دنیائے اسلام میں ایک طوفان برپا ہو گیا۔ آج سے ڈیڑھ سو سال قبل اس نئے مذہب اور باطل

عقیدے کا کہیں نام ونشان نہ تھا۔تمہارااور ہر مسلمان کا قرآن کریم کے ایک ایک حرف پر ایمان ہے۔مگراس کا سمجھنا ہرایک کا کام نہیں۔سوائے ان علماء کرام کے جن کواللہ تعالیٰ جل وعلانے توفیق اس کے سمجھنے کی مرحمت فرمائی۔محض قرآن شریف کا ترجمہ پڑھ لینے سے ہرگز ہرگز اس کا صحیح مطلب ہاتھ نہیں آسکتا۔بطور مثال میں تم کو بتلاتا ہوں کہ اردو ہماری مادری زبان ہے۔مگر اکثر لوگ اس میں دھوکہ کھا جاتے ہیں۔قرآن شریف کا سمجھنا ہرایک کا کام نہیں،ایک عجیب ﴿مثال﴾ ایک مرتبہ ایک برات کہیں جارہی تھی،براتی ساتھ تھے،دوپہر کا وقت تھا۔راستے میں ایک پُل تھا جس کا پھاٹک وقت مقررہ پر کھلتا تھا۔جب برات پھاٹک پر پہنچی،اسے بند پایا،دروازے پر پہرے والا کھڑا تھا۔اس سے کہا کہ پھاٹک کھول دے،اس نے جواب دیا کہ حضرت میں تھوڑی تنخواہ کا آدمی ہوں رپورٹ ہوگئی تو نوکری جاتی رہے گی۔وہ سامنے دفتر ہے۔جاؤ وہاں سے تحریر لے آؤ،وہاں پہنچے تو دفتر کے بڑے بابو پہچان کے تھے۔انہوں نے براتیوں کی پریشانی کومحسوس کرتے ہوئے ایک پرچہ پر یہ لکھ کر دستخط کر کے دیدیا۔ روکومت جانے دو ،ان لوگوں نے جیسے ہی پرچہ پہرے والے کو دیا اس نے فوراً پھاٹک کھول دیا،برات گزرگئی اس پر بابوجی سے جواب طلب ہوا کہ تم نے بے وقت پھاٹک کھولنے کا کیوں حکم دیا۔بابو جی بولے میں نے حکم نہیں دیا بلکہ براتیوں کی تسکین کیلئے پرچہ لکھ کر دیدیا تھا جس کو پہرے والا نہیں سمجھ سکا میں نے اجازت نہیں دی بلکہ منع کیا تھا کہ روکو،مت جانے دو۔دیکھو اردو کا جملہ ہے اگر مت کو ادھر ملا کر پڑھو تو اجازت نکلتی ہے۔یعنی روکومت جانے دو۔اور ادھر ملا کر پڑھنے سے ممانعت نکلتی ہے۔ایک اشارہ میں زمین وآسمان کا فرق پڑجاتا ہے۔ایسی مثالیں دن رات پیش آتی رہتی ہیں۔تو اب قرآن

عظیم جو عربی میں ہے اس کی آیتوں کا صحیح مطلب بغیر تفسیر کے کیسے معلوم ہو سکتا ہے پھر یہ بھی سب سے پہلے دیکھا جائیگا کہ ترجمہ کرنے والا کس عقیدے کا ہے، تفسیر لکھنے والے کون بزرگ ہیں۔ اور شان نزول کیا ہے، کونسی آیت کب اور کس کے بارے میں اتری ہے۔ چنانچہ اس کتاب میں تمام وہ آیتیں جو اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے بتوں اور بت پرستوں کے بارے میں نازل فرمائی تھیں۔، مصنف (یعنی مولوی اسماعیل صاحب دہلوی) نے ان کو مسلمانوں اور انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام کی طرف ڈھال کر ساری دنیا کے مسلمانوں کو مشرک قرار دیا ہے۔ خیر یہ ساری باتیں آگے چل کر تم کو خود معلوم ہو جائیں گی۔ اب تم سوال کرو کہ کیا سوالات ہیں۔ انشاء اللہ تسلی بخش جواب دیا جائے گا۔

شاگرد : حضور دریافت کرنے سے پہلے ہی آپ کی مختصر تقریر سے میرے دل کو بہت کچھ تسکین ہو گئی اور میں سمجھ گیا کہ اس کتاب کو پڑھ کر جتنے شبہات پیدا ہوئے وہ میری کم علمی کا سبب ہے۔ اور مجھے یقین ہے کہ میرے ہر سوال کا جواب باصواب مرحمت فرما کر میرے ایمان کو جو کفر و ایمان کے دوراہے پر آچکا ہے ٹھیک اور سچے راستے پر لگا دینگے۔

﴿شاگرد کے دو اہم سوال اور ان کا جواب﴾

سوال : (۱) کیا بزرگان دین کی پیروی نہ کرنی چاہئے اور کیا ان کا اتباع درست نہیں؟

سوال (۲) دین میں جو علماء فقہاء، مجتہدین وغیرہ ہوئے ہیں ان کی طرف توجہ نہ کرنی چاہئے، ان کی کتابیں جن کو تصنیف کرنے میں ان بزرگوں نے اپنی ساری عمر کی کوششیں خرچ کیں، ان کتابوں کو پڑھنے کی ضرورت نہیں، کیا بغیر ان اکابرین

علماء مجتہدین اور آئمہ کرام کے بتائے ہوئے اور سمجھائے ہوئے ہر شخص خود بخود اللہ ورسول کا کلام سمجھ سکتا ہے ؟

جواب: دیکھو یہ تقویۃ الایمان کا گمراہ کرنے والا سب سے پہلا سبق ہے اور سارا گمراہ کرنے کا راز انہیں دو باتوں میں پوشیدہ ہے، کیونکہ جب تک آدمی اپنے بزرگوں کے طریقہ کو نہ چھوڑے، بلکہ ان کے طریقوں کو مضبوط پکڑتے ہوئے ان کی پیروی کرنے کو ضروری خیال کرے اس وقت تک دنیا کی کوئی مخالف طاقت اس کو گمراہ نہیں کرسکتی جس طرح کہ ایک چکی جس میں ہر قسم کا اناج ڈال کر گھمانے سے سارا اناج پس کر آٹا ہو جاتا ہے مگر جو دانہ کیلی سے قریب ہوتا ہے وہ بدستور قائم رہتا ہے اس پر ہوا نہیں آتی۔ اسی طرح ہمارا مرکز (یعنی کیلی) سلف کے بزرگوں کی پیروی ہے جو اس مرکز پر قائم رہے گا اس کا دین وایمان سلامت رہے گا۔ اسے دنیا کا کوئی خودغرض خواہ کتنی ہی چالیں چلے اور نیا مذہب منوانا چاہے۔ ہرگز نہیں منوا سکتا کیونکہ جب وہ اس کو اپنی نئی بات بتائے گا مثلاً یہ کہے کہ فاتحہ ونذرونیاز نہ کرو، میلاد نہ کرو، سب بیکار وفضول ہے، تو سننے والا یہ کہہ کر جھڑک دے گا۔ میرے بڑے بزرگ کرتے چلے آئے ہیں، میں ہرگز نہ چھوڑوں گا۔ اور اگر وہ بہکانے والا دوسرے طریقہ سے بہکائے اور یوں کہے کہ یہ کام مت کرو تمہارے دین کے خلاف ہے۔ قرآن کریم وحدیث شریف میں اس کے کرنے کا کہیں ثبوت نہیں تو مسلمان اس کا جواب یہ دیگا کہ قرآن وحدیث پر تو میرا ایمان ہے لیکن یہ بات میں اپنے علماء سے دریافت کرلوں کہ قرآن وحدیث میں اس کی ممانعت ہے یا نہیں اگر وہ بتائیں گے کہ ہاں ممانعت ہے تو میں سر جھکا کر مان لوں گا۔ اور اگر انہوں نے فرمایا کہ قرآن وحدیث میں اس کی ممانعت نہیں ہے تو ان کے مقابل میں آپ کی

بات ہرگز ماننے کیلئے تیار نہیں ۔ یہ جواب سنتے ہی گمراہ کرنے والا بغلیں جھانکے گا۔
اور آئندہ بہکانے یا کچھ کہنے کی ہمت نہ پڑیگی، کیونکہ وہ جانتا ہے کہ قرآن وحدیث
کا نام لیکر جاہل کو بہکایا جاسکتا ہے مگر یہ عالم کے پاس گیا تو وہ سچی بات بتا کر میرا پردہ
فاش کردیگا۔ اسی لئے گمراہ کرنے والوں نے گمراہ کرنے اور بہکانے کا طریقہ نکالا
کہ پہلے عام مسلمانوں کو ان کے علماء اور بزرگان دین کی طرف سے بدظن کریں،
ایسا سبق پڑھائیں کہ یہ ان کی ضرورت ہی نہ سمجھیں ان کی طرف رخ ہی نہ کریں۔
سب سے پہلے رافضیوں اور خارجیوں نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ مسلمانوں کو ان کے
بزرگوں یعنی صحابہ کرام سے بدگمان کرنے میں حد درجہ کوشش کی جن لوگوں کو بہکایا
اور صحابہ کرام سے بدگمان کرلیا انہیں کو دین سے پھیر کر گمراہ کرنے میں کامیاب
ہوئے اور جو لوگ ان کے بہکانے میں نہ آئے صحابہ کا دامن نہ چھوڑا ان کا ایمان
آخر تک سلامت رہا۔ اور رافضیوں اور خارجیوں کا ان مسلمانوں پر کچھ بس نہ چلا۔
یہی طریقہ مولوی اسماعیل دہلوی نے ابن عبدالوہاب نجدی کا عقیدہ پھیلانے اور
مسلمانوں کو وہابی بنانے کیلئے اختیار کیا ہے۔ اور انہیں باتوں پر بہت زیادہ زور دیا
ہے۔ پوری عبارت تقویۃ الایمان کی یہ ہے۔

"اس زمانہ میں دین کی بات میں لوگ کتنی راہیں چلتے ہیں، کتنے پہلوں کی رسموں کو
پکڑتے ہیں، کتنے قصے بزرگوں کے دیکھتے ہیں اور کتنے مولویوں کی باتوں کو جو انہوں نے
اپنے ذہن کی تیزی سے نکال لی ہیں سند پکڑتے ہیں اور کتنے اپنی عقل کو دخل دیتے ہیں"
(تقویۃ الایمان ص ۴ سطر ۶ / مطبوعہ حیدری پریس دھلی) یہ عبارت نہ تو کسی آیت کا ترجمہ
ہے اور نہ ہی حدیث شریف کا مضمون، بلکہ قرآن وحدیث کے خلاف ایک نئی بدعت
کی ایجاد ہے۔ ایسی حالت میں ناواقف مسلمان کو چاہئے کہ جب کوئی نئی بات سنے

یا کسی کتاب میں دیکھے تو فوراً دوسرے عالموں سے دریافت کرے اور نیت یہ رکھے کہ میں سچی اور حق بات کی تلاش کر رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ اسے کامیاب فرمادیگا۔ اور حق بات ہاتھ آجائے گی۔ جس طرح تم نے اس کتاب میں نئی نئی باتیں دین کے خلاف دیکھیں تو تمہارا دل بے چین ہو گیا اور سچائی کی تلاش شروع کر دی، دیکھو مولوی اسماعیل صاحب ذہن کی تیزی اور عقل کے فیصلے جو علماء اہل سنت نے بالکل قرآن وحدیث کے مطابق فرمائے اس کی تو مخالفت کر رہے ہیں۔ اور اپنے ذہن کی تیزی سے جو عبارت بالکل قرآن شریف کے خلاف نکالی منوا رہے ہیں۔ مگر قرآن شریف ساڑھے تیرا سو برس پہلے ہی اس کا رد فرما چکا اور ہمیں حکم دے چکا کہ تم خدا سے اس طرح عرض کرو۔

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ۔ ہم کو سیدھا راستہ چلا۔ راستہ ان کا جن پر تو نے احسان کیا۔

(سورۃ فاتحہ پارہ ۱ آیت ۵)

یعنی اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کے راستے پر ہمیں چلنے کا حکم ہی نہیں دیتا بلکہ فرماتا ہے۔ کہ ہم سے دعا کرو کہ انہیں کے راستے پر چلا جن پر تو نے احسان کیا جیسے صحابہ کرام ہیں۔ اور جتنے اس امت میں امام گزرے ہیں اور جتنے اولیاء اللہ ہوئے وغیرہ وغیرہ یہ سب اللہ کے مقبول بندے ہیں۔ اللہ نے ان سب پر احسان فرمایا۔ اب تم بتاؤ کہ انہیں بزرگوں کے راستے اور طریقے پر چلو گے یا ان کا راستہ اور طریقہ چھوڑ کر گمراہی کے جال میں پھنسنا پسند ہے۔

دوسری آیت سنو!

وَمَنۡ يُّشَاقِقِ الرَّسُوۡلَ مِنۡۢ بَعۡدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الۡهُدٰى وَيَتَّبِعۡ غَيۡرَ سَبِيۡلِ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصۡلِهٖ جَهَنَّمَ‌ ؕ وَسَآءَتۡ مَصِيۡرًا۔

(پ۵، سورۃ النساء آیت ۱۱۵)

اور جو رسول کا خلاف کرے بعد اس کے حق راستہ اس پر کھل چکا اور مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ چلے اسے ہم اس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور اسے دوزخ میں داخل کریں گے اور وہ کیا ہی بری پلٹنے کی جگہ ہے۔

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ جو مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ اور طریقہ اختیار کرے گا وہ دوزخ میں ڈالا جائے گا، دیکھو یہ وہی مومنین کا راستہ ہے جس کو مولوی اسماعیل صاحب تقویۃ الایمان میں پہلوں کی رسمیں، بزرگوں کے قصے مولویوں کی باتیں بتا کر چھڑانا چاہتے ہیں۔ ہوشیار رہو! ایمان والوں کیلئے یہ دو ہی آیتیں کافی ہیں۔ جو ان پر عمل کرے گا۔ اور اپنے رب کے فرمان کے آگے کسی کی بات نہ مانے گا وہ جنت میں جائے گا۔ اور جو رب کے فرمان کے خلاف ایمان والوں کی راہ سے جدا راہ چلے گا جہنم کا مستحق ہوگا۔ اللہ پناہ میں رکھے۔

اب دوسری بات کہ قرآن مجید کا سمجھنا کچھ مشکل نہیں ہر شخص خود سمجھ سکتا ہے اسکے بارے میں پوری عبارت یہ ہے۔

> "اور یہ جو عوام الناس میں مشہور ہے کہ اللہ و رسول کا کلام سمجھنا بہت مشکل ہے اس کو بڑا علم چاہئے ہم کو وہ طاقت کہاں کہ ان کا کلام سمجھیں اور اس راہ پر چلنا بڑے بزرگوں کا کام ہے سو ہماری کیا طاقت کہ اس کے موافق چلیں بلکہ ہم کو یہی باتیں کفایت کرتی ہیں سو یہ بات غلط ہے اس واسطے کہ اللہ صاحب نے فرمایا ہے کہ قرآن مجید میں باتیں بہت صاف صریح ہیں ان کا سمجھنا مشکل نہیں"۔

یہ عبارت بتا رہی ہے کہ ہر جاہل معمولی اردو پڑھا ہوا قرآن شریف اور حدیث شریف خود سمجھ سکتا ہے۔ حالانکہ یہ بات قرآن وحدیث کے خلاف ہے، افسوس کہ اس غلط عبارت کو قرآن پاک کی طرف منسوب کیا ہے یعنی ان کا سمجھنا کچھ مشکل نہیں اور جو آیت پیش کی وہ یہ ہے۔

وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَیْکَ اٰیٰتٍم بَیِّنٰتٍ وَّمَا یَکْفُرُ بِهَآ اِلَّا الْفَاسِقُوْنَ۔
(پ ا، البقرۃ آیت ۹۹)

اور بیشک اتاریں ہم نے طرف تیرے باتیں کھلی اور منکر اس سے وہی ہوتے ہیں جو لوگ بے حکم ہیں۔

(ف) یعنی ان باتوں کا سمجھنا کچھ مشکل نہیں۔

یہ فائدہ بے فائدہ جناب اپنی طرف سے بڑھا کر کچھ آگے فرماتے ہیں۔ ''اور اللہ ورسول کے کلام سمجھنے کو بہت علم نہیں چاہئے۔ کہ پیغمبر تو نادانوں کو راہ بتلانے اور جاہلوں کے سمجھانے کو اور بے علموں کو علم سکھانے کو آئے تھے''۔

دیکھو اس عبارت میں نہ تو شان ادب ہے کہ نہ کسی آیت یا حدیث کا مفہوم بلکہ یہ کہنا اللہ ورسول جل وعلا وصلی اللہ علیہ وسلم کا کلام سمجھنے کو بہت علم نہیں چاہئے۔ ہر جاہل سمجھ سکتا ہے۔ بالکل غلط ہے۔ آیتوں کا بین اور روشن ہونے کے یہ معنی نہیں کہ قرآن پاک سیکھنے اور علماء سے پوچھنے کی ضرورت نہیں۔ مولوی اسماعیل صاحب سے کبھی کسی نے یہ تو دریافت کیا ہوتا کہ جناب جب ہر شخص ان باتوں کو خود سمجھ سکتا ہے تو آپ نے سمجھانے اور بتلانے اور کتابیں تصنیف کر کے چھپوانے کی تکلیف کیوں گوارا فرمائی؟

اب آپ آگے لکھتے ہیں۔ ''جو کوئی یہ آیت سنکر یہ کہنے لگے کہ پیغمبروں کی بات سوائے عالموں کے کوئی نہیں سمجھ سکتا، ان کی راہ پر سوائے بزرگوں کے کوئی چل نہیں سکتا۔ سو اس نے

آیت کا انکار کیا''۔

دیکھو اس کا مطلب یہ ہوا کہ پہلے بزرگوں کا دامن چھوڑو، ولیوں، عالموں، اماموں کی بات نہ سنو، بس مجھے امام بنالو میرا کہا مان لو۔ افسوس کہ کم علم مسلمانوں کا اگلے بزرگوں اور عالموں سے تعلق چھڑانے کا کیسا پرفریب پہلو اختیار کیا ہے۔ ایسی چند آیتیں اور بھی ہیں مثال کیلئے ایک سناتا ہوں۔ تمہارا رب عزوجل فرماتا ہے۔

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ۔ (پ۱۴ سورۃ النحل آیت ۸۹)

اے محبوب ہم نے تم پر یہ کتاب اتاری جس میں ہر شے ہر چیز کا روشن بیان ہے۔

مگر امت اسے نبی کے بتائے بغیر نہیں سمجھ سکتی۔ چنانچہ دوسری آیت میں خلاصہ فرمادیا۔

وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ۔ (پ۱۴ سورۃ النحل آیت ۴۴)

اے محبوب ہم نے تم پر یہ قرآن اتارا کہ تم لوگوں کیلئے بیان فرمادو جو کچھ ان کی طرف اُترا ہے۔

یعنی اے محبوب تم پر تو قرآن کریم نے ہر چیز روشن فرمادی اس میں سے جس قدر امت کے بتانے کو ہے وہ تم ان پر روشن کردو، قابل غور یہ چیز ہے کہ پہلی آیت میں ''وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ'' فرمایا یعنی اتاریں ہم نے تیری طرف، یہ خاص حضور کی نسبت ہے اور دوسری آیت میں ''نُزِّلَ اِلَيْهِمْ'' فرمایا۔ یہ امت کی نسبت فرمایا ان آیتوں سے معلوم ہوا کہ قرآن شریف کا بین اور روشن اور کھلا ہوا ہونا خاص حضور کیلئے ہے کہ اس کے ذریعہ ہر ہر چیز حضور پر روشن ہوگئی اس میں سے جو امت کیلئے تھا وہ صحابہ کرام کو تعلیم فرمادیا اسی لئے امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

فرماتے ہیں۔ حَسْبُنَا کِتَابُ اللّٰہِ (بخاری شریف)۔ یعنی ہمارے لئے قرآن مجید بس ہے۔ مگر جان برادر! یہاں بڑے غور کرنے کی یہ بات ہے کہ امیر المؤمنین نے کب فرمایا۔ اس وقت فرمایا جب حضور سے قرآن کو سمجھ لیا اور یہ انہیں جیسے حضرات کی شایان شان ہے۔ اب عقل سے سوچو کہ آجکل کے لوگ اس کلام کو کیسے سمجھ سکتے ہیں۔ جب تک کہ اگلے عالموں اور بزرگوں سے سمجھنے کی کوشش نہ کریں۔ جیسا کہ بیسویں پارے میں ارشاد فرمایا۔

وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ ۚ وَمَا يَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ ۝
(پ۲۰، سورۃ عنکبوت آیت ۴۳)

یہ مثالیں ہیں جنہیں (ہم) لوگوں کیلئے بیان فرماتے ہیں اور انہیں نہیں سمجھتے مگر عالم۔

اب تو ثابت ہو گیا کہ مولوی اسمٰعیل صاحب کا دعویٰ کہ قرآن پاک کے سمجھنے کیلئے عالموں کی ضرورت نہیں۔ قرآن پاک کے بالکل خلاف ہے۔ مولوی اسمٰعیل کی نیت حقیقت میں دھوکہ دیکر عوام مسلمانوں کو گمراہ کرنا ہے ورنہ جو آیت انہوں نے پیش کی ہے اس کا ترجمہ خود بتاتا ہے "اور اتاریں ہم نے تیری طرف باتیں کھلی اور منکر اس سے وہی ہوتے ہیں جو لوگ بے حکم ہیں"۔ تو اب بجائے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے معنی کا پہلو بدل کر یوں کہے کہ ہر شخص خود بخود سمجھ سکتا ہے اس کا سمجھنا مشکل نہیں، سو وہ خود بحکم قرآن فاسق ہے کیونکہ اس نے حضور کیلئے وہ چیز تسلیم نہیں کی بلکہ عوام کیلئے مانی۔ ایک بادشاہ جب اپنے نائب کو کہیں بھیجتا ہے تو پہلے تمام باتیں جو اس کی ذات سے وابستہ ہوتی ہیں تعلیم فرما دیتا ہے تمام بھیدوں اور راز کی باتوں سے آگاہ و خبردار کر دیتا ہے اس کے بعد جو احکام آتے ہیں۔ اس میں صرف اشارے اور کنائے ہوا کرتے ہیں جن کو سوائے اس نائب کے کوئی نہیں سمجھ سکتا، سو

اس بادشاہ حقیقی رب العزت جل وعلا نے اپنے نائب اعظم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام اسرار ورموز ونکات اور جمیع حالات گزشتہ اور آئندہ سے مطلع فرما کر مبعوث فرمایا۔ قرآن پاک نازل ہونا شروع ہوا اور وقت وقت سے احکام آتے گئے تو اب وہ احکام وہ باتیں وہ آیتیں بے شک روشن اور کھلی ہوئی ہیں مگر اللہ کے نائب مطلق محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ہر شخص کیلئے نہیں۔

قرآن شریف کے سمجھنے کا صحیح طریقہ کیا ہے؟

اب مولوی اسمٰعیل صاحب تو موجود نہیں ہیں، ہاں ان کو امام اور پیشوا و شہید ماننے والے موجود ہیں ذرا انہیں سے پوچھ کر ہمیں بتا دو کہ آپ لوگوں کے امام نے ''تفویۃ الایمان'' میں یہ لکھا ہے کہ قرآن شریف کا سمجھنا کچھ مشکل نہیں تو ذرا حروف مقطعات جس قدر کلام پاک میں آئے ہیں۔ مثلاً کھٰیٰعص وغیرہ ان کے معنی ہمیں سمجھا دیجئے۔ اور اگلے بزرگوں اماموں، مجتہدوں اور تفسیر لکھنے والوں کی تفسیروں اور ان کی کتابوں کی بغیر مدد لئے ہوئے قرآن پاک کی آیتوں کا جن کی تعداد چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ ہے۔ جدا جدا ہر ایک کا شان نزول محض قرآن مجید کا ترجمہ دیکھ کر بتا دیجئے ہم دعوے سے کہتے ہیں کہ ان سب بزرگوں پیشواؤں کی مدد لئے بغیر کوئی ایک آیت کا بھی شان نزول نہیں بتا سکتا اور بغیر شان نزول معلوم کئے کسی آیت کا صحیح مفہوم اور مطلب ہاتھ نہیں آسکتا کہ یہ آیت کس کے بارے میں اُتری ہے۔ اگر کوئی شخص کسی آیت کا صحیح شان نزول بتا دیگا تو اگلی کتابوں میں دیکھ کر ہی بتا سکے گا اور کسی ترجمہ کرنے والے نے شان نزول لکھا بھی ہوگا تو اگلے بزرگوں کی کتابوں ہی میں دیکھ کر لکھا ہوگا۔ بالفرض اگر کوئی یہ بتائے کہ اس آیت کا شان نزول یہ ہے تو سننے والا یہ سوال کرسکتا ہے کہ آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ اس کا شان

نزول یہ ہے، تو مجبوراً اگلے بزرگوں اور اماموں اور مفسرین کی کتابوں کا نام لینا ہی پڑے گا ورنہ کوئی بھی ایسی بات ماننے کیلئے تیار نہ ہوگا۔ اسی طرح اور ہزاروں باتیں ہیں جن کیلئے اپنے اگلے بزرگوں کا دامن پکڑنا ہی پڑتا ہے کہ یہی حکم اللہ و رسول کا ہے (جل وعلا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) بحمد اللہ تعالیٰ۔ یہ بالکل ثابت ہوگیا کہ قرآن شریف میں ہر چیز کا روشن اور کھلا ہوا بیان ہے۔ مگر صرف حضور ہی کیلئے بغیر حضور کے بتائے کوئی نہیں سمجھ سکتا

شاگرد : آخر اس کی کیا وجہ ہے کہ لوگ اس کلام پاک کو پڑھتے بھی ہیں اور پھر بھی گمراہ ہیں۔ حق بات ان کی سمجھ میں کیوں نہیں آتی۔

استاد : دیکھو سورۃ بقرہ میں تمہارا رب عزوجل فرماتا ہے۔

يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا ۙ وَّيَهْدِىْ بِهٖ كَثِيْرًا ؕ وَمَا يُضِلُّ بِهٖٓ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ ٥

(پارہ ۱، البقرہ آیت ۲۶)

گمراہ کرتا ہے بہت سوں کو اور راہ دکھاتا ہے یہ (قرآن) بہت سوں اور نہیں گمراہ کرتا ہے یہ (قرآن) مگر فاسقوں کو۔

یعنی اس کو پڑھ کر بہت سے راہ پاتے ہیں اور بہت سے گمراہ ہوتے ہیں مگر گمراہ وہی لوگ ہوتے ہیں جو فاسق یعنی بدکار ہیں۔

شاگرد : قرآن شریف نے بھی کوئی طریقہ بتایا ہے جس پر عمل کر کے اس کو ٹھیک ٹھیک سمجھ سکتے ہیں۔

قرآن کو سمجھنے کیلئے اللہ نے نور بھیجا

استاد : ہاں بتایا ہے دیکھو۔

قَدْ جَآءَكُمْ مِنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتَابٌ مُّبِيْنٌ ۝ (پارہ ۶/المائدہ آیت ۱۵) — تحقیق آیا تمہارے پاس (اللہ کی طرف سے) نور اور روشن کتاب

یعنی کتاب تو روشن ہے مگر اس کے پڑھنے کیلئے نور کی ضرورت تھی سو ہم نے ساتھ ساتھ نور بھی بھیج دیا۔

شاگرد: جب کتاب خود روشن ہے تو نور کی کیا ضرورت تھی؟

استاد: کتاب تو ضرور روشن ہے مگر بغیر دوسری روشنی کے کوئی کام نہیں ہوسکتا۔ یاد رکھو ایک روشنی کبھی کارآمد نہیں ہوا کرتی جس طرح آفتاب کی روشنی سے دنیا کی ہر چیز روشن ہے مگر جس کی آنکھ میں روشنی نہ ہو اس کے لئے ہر چیز کا روشن ہونا بیکار ہے یا آنکھ میں روشنی ہو مگر آفتاب نہ ہو رات کا وقت ہو تو آنکھ کی روشنی کارآمد نہیں ہوتی۔ بہر کیف دوسری روشنی کی ضرورت پڑتی ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ جس طرح سورج کے ہوتے ہوئے دنیا کی ہر چیز ظاہر و روشن ہے مگر اندھے کیلئے اس ہر چیز کا روشن ہونا نہ ہونے کے برابر ہے اسی طرح قرآن پاک روشن مگر جس کے دل میں نور ایمان نہیں اس کے لئے یہ کلام پاک ایسا ہے جیسے اندھے کے ہاتھ میں روشن چراغ

شاگرد: وہ اللہ کا بھیجا ہوا نور کون سا ہے جس کے بغیر کلام پاک نہیں سمجھ سکتے۔

استاد: وہ نور مجسم ہمارے تمہارے آقا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ جن کو دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے "سِرَاجًا مُّنِيْرًا" یعنی روشن چراغ فرمایا۔

شاگرد: سبحان اللہ! تو وہ روشن چراغ ہمارے آقا ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم) مگر یہ تو فرمایئے کہ اللہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو روشن چراغ کیوں فرمایا سورج یا چاند کیوں نہیں فرمایا؟

استاد: وہ خصوصیت چاند اور سورج میں نہیں جو چراغ میں ہے۔ قاعدہ ہے کہ

جب کوئی اپنا چراغ روشن کرنا چاہتا ہے تو کسی روشن چراغ کی لو سے لو ملا کر روشن کرلیتا ہے اور ایک چراغ سے ہزاروں چراغ روشن ہو سکتے ہیں۔ مگر چاند اور سورج میں یہ صفت نہیں۔ اسی لئے مولیٰ تبارک وتعالیٰ نے بجائے چاند وسورج کے "سِرَاجاً مُّنِیراً" یعنی روشن چراغ فرمایا۔ تو اب قرآن شریف پڑھنے اور سمجھنے کیلئے نور لینا چاہو تو دل کے چراغ میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کا تیل اور محبت کی بتی ڈال کر عشق کی گرمی سے روشن کر کے پڑھو۔ انشاء اللہ تعالیٰ سب کچھ سمجھ لو گے، بغیر اس کے ایک آیت کا بھی صحیح مطلب نہیں سمجھ سکتے۔ اسی لئے کلام پاک نے دین کی نعمتیں حاصل کرنے کیلئے دو قانون ہمیں بتائے۔ پہلا قانون

مَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَ — جو کچھ رسول تمہیں دیں وہ لے لو اور

مَانَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا (پارہ ۲۸، الحشر آیت ۷) — جس سے منع فرمائیں باز رہو۔

جو کچھ رسول تمہیں دیں وہ لے لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو۔

اس آیت کریمہ سے دو باتیں خاص معلوم ہوئیں یعنی جو حکم ہو اس پر عمل کرو اور جس کام سے منع فرمادیا ہو وہ مت کرو۔

جن باتوں کا قرآن وحدیث میں نہ حکم ہے نہ ممانعت ان کا کرنا کیسا ہے؟

شاگرد : حضور ایسی بھی تو بہت سی باتیں ہیں جن کے کرنے کا نہ تو حکم ہے اور نہ ان کیلئے منع فرمایا ہے۔ وہ کس درجہ میں شمار ہوں گی جیسے میلاد شریف، فاتحہ، بزرگان دین کی نیاز، عرس، تیجہ، چالیسواں وغیرہ وغیرہ ان تمام کاموں سے یہ کہہ کر روکا جاتا ہے کہ قرآن وحدیث میں کہیں حکم نہیں۔ لہٰذا ناجائز ہے۔

استاد : یہ منع کرنے والوں کی جہالت ہے کہ وہ قانون شریعت سے واقف نہیں

ورنہ کوئی کام اس وقت تک جائز نہیں ہوسکتا جب تک قرآن عظیم نے ناجائز نہ فرمایا ہو۔ اپنی طرف سے کسی فعل کو ناجائز کہنا نئی شریعت گڑھنا ہے صحابہ کرام ہر ہر بات کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کرتے تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے فرمایا کہ تم ان باتوں کو پوچھ پوچھ کر کیوں پابند ہوتے ہو جو خدا اور رسول کی طرف سے معاف ہیں۔ یعنی ان کو تمہاری آسانی کیلئے چھوڑا گیا تو بھول کر نہیں چھوڑا گیا ہے اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ (پارہ ۸، الانعام/آیت ۱۱۹)

بے شک اللہ تعالیٰ نے تفصیل کے ساتھ صاف صاف بیان فرمادیا جو تم پر حرام کیا۔ (مشکوٰۃ شریف)

یہی وجہ ہے کہ مسلمان ابتدائے اسلام میں شراب کا استعمال کرتے تھے جس دن سے حرام کردی گئی اسی دن سے ترک کردی۔ مسلمان عورتیں بے پردہ رہتی تھیں جب سے پردہ کا حکم آیا پردہ کرنے لگیں۔ ایسی بہت سی مثالیں ہیں مولیٰ تعالیٰ توفیق دے تو اتنا ہی کافی ہے۔ مسلمانوں کو چاہئے کہ جو کار خیر وہ کرتے ہیں ان کو اگر کوئی منع کرے تو کہہ دیں کہ قرآن اور حدیث میں اس کی ممانعت دکھادو، دیکھو پھر منع کرنے والا خود خاموش ہو جائے گا۔ ان تمام امور خیر کیلئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کافی ہے کہ اعمال کا دارومدار نیت پر ہے (بخاری ص ۲ ج ۱)۔ اس ارشاد نے تمام مسلمانوں کیلئے بالکل راستہ کھول دیا کہ اگر نیت حسن اور نیک ہے تو وہ فعل بھی حسن اور نیک ہے یعنی ان کاموں کا کرنے والا ثواب پائے گا۔

شاگرد: مگر تیرہ سو برس کے بعد آج کل کے مسلمانوں کو کیسے معلوم ہو کہ حضور نے کیا حکم دیا ہے اور کس بات سے منع فرمایا۔

استاد : یہی معلوم کرنے کیلئے قرآن مجید نے دوسرا قانون بتایا۔

فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (پ ۱۷ ،الانبیاء آیت ۷) علم والوں سے پوچھو جو تمہیں نہ معلوم ہو

شاگرد : یہ تو آجکل اور بھی دشوار چیز ہے کہ اسی چیز کو بعض علماء جائز بتائیں اور اسی کو بعض مولوی ناجائز اور حرام بتائیں۔ کس کی بات پر عمل کریں۔

استاد : یہ سوال تم نے خوب کیا اب بات بالکل صاف ہو کر دوست دشمن کی پہچان ہو جائیگی۔ دیکھو حضرت علی کرم اللہ وجہہ، فرماتے ہیں۔

اَلْاَعْدَاءُ ثَلٰثَةٌ دشمن تین ہیں۔ عَدُوُّكَ وَعَدُوُّ صَدِيْقِكَ وَصَدِيْقُ عَدُوِّكَ ۔ایک تیرا دشمن، دوسرے تیرے دوست کا دشمن، تیسرے تیرے دشمن کا دوست

اب دیکھنا یہ ہے کہ دوست کون ہے اور دشمن کون ہے۔ دوست کا دشمن کون ہے اور دشمن کا دوست کون ہے۔ مسلمانوں کے دوست خدا اور رسول ہیں (جل وعلا وصلی اللہ علیہ وسلم) اور دشمن خدا اور رسول کا ابلیس لعین ہے۔ اور اس کے دوست بدمذہب ہیں اور دوست اللہ ورسول کے صحابہ کرام و اولیاء عظام وغیرہ ہیں۔

جاننا چاہیے کہ اس رب کریم نے ہم میں اپنا رسول بھیجا جنکی شان میں فرمایا۔

بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ (پ ۱۱ ۔التوبہ آیت ۱۲۸) یعنی مسلمانوں پر بہت بڑے مہربان۔

تو حضور سے زیادہ جہان میں مسلمانوں کا سچا دوست اور رفیق و مہربان دوسرا کون ہو سکتا ہے۔ حضور نے ہمیں دین دیا، ایمان دیا، ایمان کے برقرار رکھنے کیلئے اور اس میں روحانیت پیدا کرنے کیلئے روحانی غذائیں مرحمت فرمائیں اور وہ غذائیں

قرآن پاک کی سچی تعلیم ہے۔جس کا دوسرا نام دین کی نعمتیں ہیں۔اور یہ تمام نعمتیں جو قیامت تک کیلئے ضروری تھیں۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے امتیوں کو جو وقت پر موجود تھے یعنی صحابہ کرام کو عطا فرمادیں اور ان صحابہ کرام سے انہیں نعمتوں کو تابعین نے حاصل کیا۔تابعین سے تبع تابعین نے پایا اور پھر اسی طرح درجہ بدرجہ ہر زمانے کے اماموں، فقیہوں، مجتہدوں، عالموں وغیرہ وغیرہ کے ذریعہ اور واسطے سے آج تک جماعت اہل سنت نے انہیں نعمتوں کو پایا اور پاتے رہیں گے۔مگر شیطان لعین جو مسلمانوں کے دین وایمان کا سب سے بڑا دشمن ہے وہ کیا کرتا ہے۔یہ بعد میں بتاؤں گا۔پہلے دشمنی کی مختصر وجہ پر غور کر لیا جائے تاکہ بات اچھی طرح سمجھ میں آجائے۔

دشمنی کی وجہ یہ ہے کہ جماعت اہل سنت چونکہ اپنے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی فدائی اور شیدائی ہے کہ وضو کیلئے ان کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم پانی طلب کرے تو ان صحابہ کے اس طرح پانی لانے کیلئے دوڑتے کہ دیکھنے والے سمجھتے، آپس میں لڑ مریں گے یعنی ہر مسلمان یہی چاہتا تھا کہ یہ خدمت میں انجام دوں میرے ہاتھوں سے ہو، حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو دیکھا کہ انہوں نے منزل صہبا میں عصر کی نماز کو حضور کے آرام پر قربان کردیا وغیرہ وغیرہ، اس قسم کے نظارے دیکھ کر ابلیس نے اس بات کا بیڑا اٹھایا کہ مسلمانوں کے دلوں سے ان کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت نکال دے کیونکہ حضور کے نور پاک کی تعظیم کیلئے سجدہ نہ کرنے کی وجہ سے اس کی عمر بھر کی عبادت خاک میں ملی۔اور ہمیشہ کیلئے لعنت کا طوق گلے میں پڑ گیا۔پھر یہ مردود کیسے گوارہ کرتا کہ دنیا میں کوئی ان کی تعظیم کرے مدتوں اسی دھن میں لگا رہا۔اور سوچتا رہا کہ کیا تدبیر کروں، کس کو آلہ کار بناؤں، اس

عرصہ میں اس نے کئی طریقوں سے کام لیا اور قدرے کامیاب بھی ہوا۔ اس جماعت اہلسنت کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے کتنے ہی فرقے بنا ڈالے مگر اس سے اس کا دل ٹھنڈا نہ ہوا۔ آخر کار ۱۲۰۹ھ میں ایک مطلب کا یار مل گیا۔

وہابیوں کا نیا مذہب کیوں نکلا ہے؟

ابن عبدالوہاب نجدی ، اور اس کی خبر مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے ہی دیدی تھی کہ نجد سے زلزلے اور فتنے اٹھیں گے اور یہ بھی فرما دیا تھا کہ وہاں سے شیطان کا سینگ نکلے گا، دنیا کی دولت جاہ وحشمت اور حکومت کا لالچ دین کی نعمتوں اور عقبیٰ کی دولتوں سے اندھا کر دیتا ہے حق اور ناحق کچھ نہیں سوجھتا یزید اور اس کے ساتھی اٹھارہ ہزار یا بائیس ہزار کوفی کیا یہ سب کلمہ نہیں پڑھتے تھے یا اپنے کو مسلمان نہیں کہتے تھے مگر صرف دنیا کی خاطر عقبیٰ سے منہ موڑ کر جہنم کے راستے پر ہو لئے اور کربلا کے میدان میں اپنے نبی کی آل کے ساتھ وہ کر گزرے جس سے آج دنیا کے نہ صرف کلمہ پڑھنے والے بلکہ غیر مسلم بھی حیران ہیں یہی شوق اور جذبہ ابن عبدالوہاب نجدی کو پیدا ہوا کہ مکہ اور مدینہ پر حکومت کرے اور حکومت بغیر تلوار اٹھائے مل نہیں سکتی، کیا تدبیر کی جائے اور کس طرح لوگوں کو اس کام پر آمادہ کیا جائے یہ اسی فکر میں تھا کہ شیطان اس کا مددگار بنا اور یہ حکمت سمجھائی کہ جب تک تو مکے اور مدینے اور ساری دنیا کے مسلمانوں کو مشرک نہ بنائے گا تب تک تو کامیاب نہیں ہوسکتا اور اس کی آسان ترکیب یہ ہے کہ عام طور سے ہر مسلمان قرآن وحدیث پر ایمان رکھتا ہے۔ اور جب سنتا ہے کہ یہ بات قرآن وحدیث میں یوں لکھی ہے تو دل وجان سے مان لیتا ہے۔ لہٰذا وہ تمام آیتیں جو اللہ تعالیٰ نے بتوں اور بت پرستوں کی مذمت میں نازل فرمائی ہیں جمع کر اور جو حدیثیں ان کی تائید

میں ملیں انہیں چن لے۔ اور ان کا ترجمہ لکھ کر اور کچھ ترجمہ میں اپنی طرف سے ملا کر انبیاء، صحابہ، آئمہ، اولیاء، شہداء، صالحین، مجتہدین وغیرہ کہ انہیں سب کے ذریعہ قرآن وحدیث کی سچی تعلیم عام مسلمانوں تک پہنچ رہی ہے۔ ان سب کو بتوں کی جگہ ثابت کرنے کی کوشش کر اور تمام مسلمان چونکہ ان کا دامن مضبوطی سے پکڑے ہوئے ہیں ان کو بت پرست اور مشرک بتا کر اپنی جماعت کو ان کے خلاف جہاد کیلئے آمادہ کر، اس کے سوا اور کوئی تدبیر حکومت ملنے کی نہیں۔

سو ابن عبدالوہاب نجدی نے ایسا ہی کیا۔ اور ایک کتاب۔ ''کتاب التوحید'' کے نام سے تصنیف کی جو عربی میں تھی، اس کتاب کا ترجمہ مولوی اسماعیل دہلوی نے اردو میں کیا۔ اس کا نام ''تقویۃ الایمان'' رکھا۔ اور جن مولویوں کو دین سے زیادہ دنیا پیاری تھی دنیا کی دولت نے انہیں بھی عقبیٰ کی نعمتوں سے اندھا کردیا۔ غرضکہ ایسے مولوی محض دنیا کی خاطر تعلیم اور سچے مذہب اور سچے عقیدے سے ہٹ کر جہنم کے راستے پر ہو لئے اور ابن عبدالوہاب نجدی کا نیا مذہب اور نیا عقیدہ پھیلانا شروع کردیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے وارثوں اور نائبوں نے خصوصاً امام اہل سنت مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اس جھوٹے مذہب اور باطل عقیدے کی اشاعت دیکھ کر اپنے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو ان کے مکروفریب سے بچانے اور آگاہ کرنے کیلئے سینکڑوں کتابیں تصنیف کیں اور تقریروں میں بھی یہی فرمایا کرتے کہ تم مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھولی بھیڑیں ہو، بھیڑیئے تمہاری تاک میں لگے ہیں۔ دین کے ڈاکو تمہارے دین کی پونجی اور ایمان کی دولت لوٹنے کیلئے طرح طرح کے بھیس میں پھر رہے ہیں۔ قرآن وحدیث کی سچی تعلیم جو آج تک سلسلہ بہ سلسلہ تم تک آرہی ہے۔ اس میں

دنیا کے لالچیوں اور دین کے دشمنوں نے عقیدگی کا زہر ملا دیا ہے ہوشیار، خبردار، کہیں ان کے فریب میں نہ آ جانا۔ جیسا کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں۔

سونا جنگل رات اندھیری چھائی بدلی کالی ہے   سونے والو جاگتے رہیو چوروں کی رکھوالی ہے
آنکھ سے کاجل صاف چرالیں یاں وہ چور بلا کے ہیں   تیری گٹھری تا کی ہے اور تو نے نیند نکالی ہے
یہ جو تجھ کو بلاتا ہے یہ ٹھگ ہے مار ہی رکھے گا   ہائے مسافر دم میں نہ آنا مت کیسی متوالی ہے
سونا پاس ہے سونا بن ہے سونا زہر ہے اٹھ پیارے   تو کہتا ہے میٹھی نیند ہے تیری مت ہی نرالی ہے
شہد دکھائے زہر پلائے قاتل ڈائن شوہر کش   اس مردار پہ کیا للچایا، دنیا دیکھی بھالی ہے

اس اعلان کی صدائیں قریب قریب دنیا کے ہر گوشے میں پہنچ چکی ہیں۔ آج اگر کسی بستی میں یہ خبر ہو جاتی ہے کہ ڈاکو آئے ہوئے ہیں۔ ہوشیار رہنا۔ فقط اتنی سی بات سنکر بستی کے لوگوں کو ساری رات نیند نہیں آتی جاگ جاگ کر پہرہ دے دے کر جان و مال کی حفاظت کیلئے صبح کر دیتے ہیں۔ کیا دین وایمان کی قدر جان کے برابر نہیں رہی۔ اگر ہے اور خدا کرے ہو، تو اب بتاؤ کہ اس اعلان کو سنکر عام مسلمانوں کا کیا فرض تھا۔ جن مسلمانوں کو اللہ ورسول اور اللہ ورسول کا دیا ہوا دین پیارا اور عزیز تھا۔ وہ سب کے سب اس اعلان کو سنکر ہوشیار ہو گئے، خبردار ہو گئے اور اعلان کرنے والوں کے قدموں میں آ گرے اور اپنے دین وایمان کو ڈاکوؤں سے بچالیا اور جن لوگوں کے دلوں میں دین وایمان کی قدر نہیں وہ غور نہیں کرتے کہ کون کیا کہہ رہا ہے، مگر ایسی لاپروائی کرنے والے خوب یاد رکھیں کہ ہمیشہ دنیا ہی میں رہنا نہیں ہے۔ قیامت قریب ہے خدا کے سامنے جانا ہے اس کے فیصلے کا انتظار کرتے رہیں (اپنے شاگرد غلام دستگیر کی طرف اشارہ کر کے) تمہارے سوال کا خلاصہ یہ ہے کہ جو کوئی عالم، مقرر، جو واعظ، تمہارے سامنے کسی بات کو حرام یا ناجائز یا شرک یا

بدعت بتائے کہ اس آیت یا حدیث کا مطلب صحابہ کے نزدیک یا محدثین کے نزدیک بھی یہی ہے یعنی ان کی عبارتیں اور راویوں کے حوالے تمہارے سامنے پیش کرے تو بلا تکلف مان لو کہ یہ حق پر ہے اور اگر مسئلہ خود بیان کرے کہ یہ حرام اور بدعت اور ناجائز ہے مگر اس کے حرام اور ناجائز ہونے کے بارے میں نہ آیت پیش کرے نہ حدیث پیش کرے اور نہ کسی محدث کا قول نہ آئمہ و مجتہدین کی سند پیش کرے بلکہ الٹا تمہیں سے کہے کہ لاؤ کہاں جائز لکھا ہے۔بس پہچان لو کہ یہ انہیں میں سے ہے۔جس سے مسلمانوں کو دور رہنا چاہئے۔

دوست دشمن کی سب سے بڑی پہچان

چونکہ یہ لوگ تقیہ کر لیتے ہیں۔جس سے لوگ دھوکہ میں آجاتے ہیں۔اس لئے میں ایسی اعلیٰ اور نفیس چیز بتاتا ہوں۔جس پر عمل کر کے تم کبھی قیامت تک دھوکہ نہیں کھا سکتے وہ یہ کہ جس کسی کو تم جاننا چاہو اور یہ معلوم کرنا ہو کہ یہ مولوی وہابی ہے یا سنی، چاہے وعظ کرانا ہو یا مسجد میں امامت کیلئے مقرر کرنا ہو یا اپنے مدرسے میں اپنے بچوں کی تعلیم کیلئے رکھنا ہو اس کے سامنے ''حسام الحرمین شریف'' پیش کرو۔اس کتاب میں اللہ و رسول جل وعلا و صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنے والوں پر مکے اور مدینے کے تمام علمائے کرام نے کفر کے فتوے دیئے ہیں۔اور یہ بھی لکھ دیا ہے کہ جو ان لوگوں کے کفر پر مطلع ہونے کے بعد اللہ و رسول کی توہین کرنے والوں کو مسلمان سمجھے یا ان کے کفر و عذاب میں شک کرے وہ بھی انہیں کی طرح کافر ہے نہ اس کے پیچھے نماز ہو سکتی ہے نہ اس سے وعظ کرانا درست بلکہ ہر طرح اس سے دور رہنا اور اس کو اپنے سے دور رکھنا ہر مسلمان پر فرض ہے بلکہ ہر فرض سے اہم فرض ہے یہ کتاب ''حسام الحرمین'' دکھاؤ اور دریافت کرو کہ یہ کتاب کیسی ہے آیا آپکے

نزدیک یہ فتاویٰ حق وصحیح ہیں یا نہیں اگر وہ پہلوتہی کرے یا بہانے بنائے تو کسی پہلو اسے بچنے کا موقع نہ دو اگر کہے کہ میں نے یہ کتاب پڑھی نہیں ہے تو کہدو کہ اب پڑھ لیجئے اور پڑھ کر بتائیے میں سچ کہتا ہوں کہ اگر وہ مسلمان سنی صحیح العقیدہ ہے تو بلا تکلف کہدے گا کہ ہاں یہ کتاب حق ہے میں اس کے فتوؤں کو مانتا ہوں تو فوراً اس سے ایک کاغذ پر لکھوا کر اپنے پاس حفاظت سے رکھ لو اور یہ یقین کے ساتھ جان لو کہ یہ سنی ہے۔اور اگر وہ کسی پہلو نہ جمے اور بہانے کرے کہ صاحب میں مفتی نہیں ہوں یہ تو کام مفتیوں کا ہے یا یہ کہے کہ صاحب مجھے نہیں معلوم کہ ایسی عبارتیں ان مولویوں نے لکھی بھی ہیں یا نہیں وغیرہ وغیرہ ۔تو یاد رکھو کہ یقیناً بلا شبہ وہ تقیہ باز وہابی ہے اس کو ہرگز امام نہ بناؤ اس کو اپنے بچوں کا استاد نہ بناؤ۔اسکو منبر پر وعظ کیلئے جگہ نہ دو،اس کا وعظ نہ سنو،اگر تم نے اور عام مسلمانوں نے میری اس بات پر عمل نہ کیا تو دین وایمان کی حفاظت کیلئے اس سے بہتر کوئی دوسری بات نہیں ہو سکتی۔مولیٰ تعالیٰ توفیق بخشے۔آمین۔اور ہر مسلمان کو چاہئے کہ کتاب ''حسام الحرمین'' سے مل سکتی ہے لیکر اپنے پاس رکھے اور پڑھے اور اگر کوئی بات سمجھ میں نہ آئے تو کسی عالم سے جو اس کی تصدیق کرے اُن سے پڑھے اور سمجھے اور اپنے بچوں کو بھی اس کی تعلیم دے۔اُستاد کے اس بیان سے سب نے خوش ہو کر کہا۔سبحان اللہ بڑی نفیس نصیحت فرمائی۔خدا کرے تمام مسلمان اسی پر عمل کریں تا کہ کبھی کسی کے فریب میں نہ آئیں،اس کے بعد غلام دستگیر نے ایک سوال پیش کیا۔

شاگرد: تفویۃ الایمان کے صفحہ ۴ پر ایمان کے بارے میں یہ عبارت لکھی ہے کیا یہ ٹھیک ہے۔(غرض جو کوئی بہت جاہل ہے اس کو اللہ ورسول کے کلام سمجھنے میں زیادہ رغبت چاہئے اور جو بہت گنہگار رہو اس کو اللہ ورسول کی راہ چلنے میں زیادہ

کوشش چاہئے سو ہر خاص وعام کو چاہئے کہ اللہ ورسول ہی کے کلام کو تحقیق کریں اور اسی کو سمجھیں اور اسی پر چلیں اور اسی کے موافق اپنے ایمان کو ٹھیک کریں ۔ سوسننا چاہئے کہ ایمان کے دو جز ہیں، خدا کو خدا جاننا اور رسول کو رسول جاننا، خدا کو خدا سمجھنا اسطرح پر ہوتا ہے کہ اس کا شریک کسی کو نہ سمجھے اور رسول کو رسول سمجھنا اس طرح پر ہوتا ہے کہ اس کے سوا کسی کی راہ نہ پکڑے اس پہلی بات کو توحید کہتے ہیں اور اسکے خلاف کو شرک اور دوسری بات کو اتباع سنت کہتے ہیں اور اس کے خلاف کو بدعت)

استاد : اس میں یہ تو لکھا کہ اللہ ورسول کے کلام کو تحقیق کرے اسی کے موافق اپنے ایمان کو ٹھیک کرے مگر نہ کوئی آیت لکھی نہ کوئی حدیث کہ ایمان کیا چیز ہے بس اس کے ٹکڑے کر کے بتا دیا یہ کوئی بات نہ ہوئی پہلے قرآن کی آیتوں سے ایمان کو سمجھانا اور بتانا تھا کہ حقیقی ایمان کیا چیز ہے خدا اور رسول جل وعلا وصلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بارے میں کیا فرمایا ہے۔

شاگرد : کیا قرآن شریف میں اس کی تفصیل ہے۔

استاد : قرآن شریف میں ایمان کی تفصیل تو ضرور ہے، مگر چونکہ کلام پاک کی آیتوں سے اگر مولوی اسماعیل صاحب ایمان کو سمجھاتے تو پیارے مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی شان وعزت اور وقار مسلمانوں پر آفتاب کی طرح روشن ہو جاتا۔ انہیں چونکہ توحید کی آڑ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف وکمالات پر پردے ڈالنے تھے ۔ اس لئے صاف اڑا گئے اور محض دل سے چند جملے گڑھ کر لکھ دیئے ۔ تفویۃ الایمان کی عبارت تو بتاتی ہے کہ مشرکین کو توحید سکھائی جا رہی ہے، مگر جب ایک شخص صدق دل سے پڑھتا ہے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ تو اس کے پڑھنے سے شرک کا خاتمہ ہو گیا۔ اب تو کلمہ پڑھنے والے کو یہ بتانا تھا کہ اللہ ورسول

نے ایمان کے بارے میں یہ فرمایا ہے کہ اس کے مطابق ایمان درست کرو۔

شاگرد: اللہ ورسول نے ایمان کے بارے میں کیا فرمایا ہے، یہ تو ہمارے علماء پر فرض تھا کہ اس کو تقریروں اور تحریروں سے ناواقف مسلمانوں کو سمجھاتے اور بتاتے ،مگر ہمیں آج تک پتہ نہ چل سکا کہ اصل ایمان کیا چیز ہے۔ہم تو فقط کلمہ پڑھ لینا کافی سمجھتے رہے۔

استاد: یہ تمہاری غفلت کا نتیجہ ہے کہ دنیا کی دولت حاصل کرنے کیلئے ہزاروں تدبیریں کرتے ہو، مگر دین وایمان کی دولت کہاں اور کیسے ملتی ہے۔اب تک تم نہ معلوم کر سکے۔علماءکرام رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نائب ہیں۔ان کا کام بتانا ہے اور تمہارا کام دریافت کرنا، پانی خود پیاسوں کے پاس نہیں جاتا، ہمیشہ پیاسا پانی کی تلاش کیا کرتا ہے۔سنیوں کے پیشوا وامام اہل سنت مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت مولانا شاہ محمد احمد رضا خان صاحب قادری برکاتی بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا رسالہ ''تمہید ایمان''، جس کو شائع ہوئے آج ستر،اسی برس کے قریب ہونے کو ہیں ہزاروں کی تعداد میں اس کی اشاعت ہو چکی ہے اور ہو رہی ہے۔افسوس کہ تم کو آج تک اس کا علم نہیں۔استاد کی اس بات کا سب شاگردوں کے دلوں پر خاص قسم کا اثر ہوا سب پر خاموشی اور سکوت کا عالم طاری تھا۔مدرسے میں بالکل سناٹا تھا اور خلاف معمول آج چھٹی کے وقت کو ایک گھنٹہ زائد گزر جانے سے آس پاس کے لوگ بھی آ گئے۔وہ بھی بیٹھے غور سے سنتے رہے۔سب نے ''تمہید ایمان'' کے دیکھنے کا شوق ظاہر کیا،استاد کے پاس صرف ایک ہی نسخہ تھا وہ اس شاگرد کو جس کے پاس ''تفویۃ الایمان''، تھی دیکر ہدایت کردی کہ آج رات میں بغور پڑھنا اور کل آ کر سب کو سنانا اور سب شاگردوں اور دیگر لوگوں سے فرمایا کہ کل آ کر تم لوگ سن لینا کہ اس

میں اللہ و رسول جل و علا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایمان کے بارے میں کیا فرمایا ہے یہ کہہ کر سب کو چھٹی دے دی گئی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

دوسرا سبق

دوسرے دن جب مدرسہ کھلا۔ وقت مقررہ پر سب لوگ اور تمام شاگرد حاضر ہوئے۔ آج غلام دستگیر کا چہرہ خوشی سے تمتمارہا ہے۔ ایمان کی جلا ان کے بشرے سے ظاہر ہو رہی ہے۔ کل جو دوسرے لوگ اتفاقیہ مدرسہ میں آگئے تھے۔ آج کتاب ''تمہید ایمان'' کے سننے کا شوق انہیں بھی کھینچ لایا ہے۔

استاد : (غلام دستگیر سے مخاطب ہو کر) کہئے آپ نے ''تمہید ایمان'' کا مطالعہ کیا۔

غلام دستگیر: جی ہاں، اس کتاب کا ایک ایک حرف سونے کے قلم سے لکھنے کے قابل ہے۔ غلام دستگیر اس کے آگے کچھ اور کہنا چاہتے تھے کہ استاد نے بات کاٹ کر فرمایا

استاد : بس اب زیادہ کچھ کہنے کی ضرورت نہیں یہ تمام تمہارے بھائی اسی کے سننے کے شوق میں آئے ہیں۔ کھڑے ہو کر سب کو سناؤ۔

غلام دستگیر کھڑے ہو کر ''تمہید ایمان'' سناتے ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعَالَمِیۡنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَاتِمِ النَّبِیّٖنَ مُحَمَّدٍ وَّآلِهٖ وَاَصۡحَابِهٖ اَجۡمَعِیۡنَ۔

مسلمان بھائیوں سے عاجزانہ دست بستہ عرض

پیارے بھائیو! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! اللہ تعالیٰ آپ سب حضرات کو اور آپ

کے صدقے میں اس ناچیز کثیر السیات کو دین پر قائم رکھے اور اپنے حبیب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سچی عظمت دے اور اسی پر خاتمہ کرے۔ آمین یاارحم الرحمین۔

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم ہی مدار ایمان ہے

تمہارا رب عزوجل فرماتا ہے۔

آیت ۱ : اِنَّآ اَرۡسَلۡنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيۡرًا ۝ لِّتُؤۡمِنُوۡا بِاللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ وَتُعَزِّرُوۡهُ وَتُوَقِّرُوۡهُ وَتُسَبِّحُوۡهُ بُكۡرَةً وَّاَصِيۡلًا ۝ (پ ۲۶ سورۃ الفتح آیت ۸۔۹)

اے نبی بیشک ہم نے تمہیں بھیجا گواہ اور خوشخبری دیتا اور ڈرسناتا، تاکہ اے لوگوں تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم وتوقیر کرو اور صبح وشام اللہ کی پاکی بولو۔

مسلمانو ! دیکھو دین اسلام بھیجنے ،قرآن اتارنے کا مقصود ہی تمہارا رب تبارک وتعالیٰ تین باتیں بتاتا ہے۔

اول: یہ کہ لوگ اللہ ورسول پر ایمان لائیں۔

دوم : یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم کریں۔

سوم: یہ کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں رہیں۔

مسلمانو! ان تینوں جلیل باتوں کی جمیل ترتیب تو دیکھو سب میں پہلے ایمان کو فرمایا اور سب میں پیچھے اپنی عبادت کو اور بیچ میں اپنے پیارے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم کو۔ اسلئے کہ بغیر ایمان تعظیم کارآمد نہیں۔ بہتیرے نصاریٰ ہیں کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم وتکریم اور حضور پر سے دفع اعتراضات کافران لیئم میں تصنیفیں کر چکے، لکچر دے چکے مگر جبکہ ایمان نہ لائے۔ کچھ مفید نہیں کہ یہ ظاہری تعظیم ہوئی، دل میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سچی عظمت

ہوتی تو ضرور ایمان لاتے پھر جب تک نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سچی تعظیم نہ ہو عمر بھر عبادت الٰہی میں گزارے سب بیکار و مردود ہے۔ بہتیرے راہب اور جوگی ترک دنیا کر کے اپنے طور پر ذکر و عبادت الٰہی میں کاٹ دیتے ہیں۔ بلکہ ان میں بہت وہ ہیں کہ لا الہ الا اللہ کا ذکر سیکھتے اور ضربیں لگاتے ہیں مگر ازاں جا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم نہیں، کیا فائدہ ......اصلاً قابل قبول بارگاہ الٰہی نہیں۔ اللہ عزوجل ایسوں ہی کو فرماتا ہے۔

وَقَدِمْنَآ اِلٰی مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا ۔ (پ۱۹ سورۃ الفرقان آیت ۲۳)

جو کچھ اعمال انہوں نے کئے ہم نے سب برباد کر دیئے۔

ایسوں ہی کو فرماتا ہے۔

عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ۝ تَصْلٰی نَارًا حَامِيَةً ۝ ۔ (پ۳۰ سورۃ الغاشیۃ آیت ۳،۴)

عمل کریں مشقتیں بھریں اور بدلہ کیا ہو گا یہ کہ بھڑکتی آگ میں بیٹھیں گے۔ (والعیاذ باللہ تعالیٰ)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت ماں باپ اولاد اور سارے جہان سے زائد ہونی شرطِ نجات ہے

تمہارا رب عزوجل فرماتا ہے۔

آیت ۲:

چکے کہ ایمان کے حقیقی واقعی ہونے کو دو باتیں ضرور ہیں، محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم، اور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت کو تمام جہان پر تقدیم، تو اس کی آزمائش کا یہ صریح طریقہ ہے تم کو جن لوگوں سے کیسی ہی تعظیم، کتنی ہی عقیدت، کتنی ہی دوستی، کیسی ہی محبت کا علاقہ ہو جیسے تمہارے باپ تمہارے استاد تمہارے پیر، تمہاری اولاد، تمہارے بھائی، تمہارے احباب، تمہارے بڑے، تمہارے اصحاب، تمہارے مولوی، تمہارے حافظ، تمہارے مفتی، تمہارے واعظ وغیرہ وغیرہ، کسے باشد جب وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کریں۔ اصلاً تمہارے دل میں ان کی محبت ان کی عظمت کا نام ونشان نہ رہے۔ فوراً ان سے الگ ہو جاؤ، ان کو دودھ سے مکھی کی طرح نکال کر پھینک دو۔ ان کی صورت، ان کے نام سے نفرت کھاؤ، پھر تم اپنے رشتے ناطے، دوستی الفت کا پاس نہ کرو۔ اس کی مولویت، مشیخیت، بزرگی، فضیلت کو خطرے میں نہ لاؤ کہ آخر یہ جو کچھ تھا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی غلامی کی بنا پر تھا۔ جب یہ شخص انہیں کی شان میں گستاخ ہوا پھر ہمیں اس سے کیا علاقہ رہا۔ اس کے جبے، عمامے پر کیا جائیں، کیا بہتیرے یہودی جبے نہیں پہنتے، عمامے نہیں باندھتے، اس کے نام، علم و ظاہری فضل کو لیکر کیا کریں۔ کیا بہتیرے پادری بکثرت فلسفی بڑے بڑے علوم وفنون نہیں جانتے اور اگر یہ نہیں بلکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقابل تم نے اس کی بات بنانی چاہی اس نے حضور سے گستاخی کی اور تم نے اس سے دوستی نباہی یا اسے ہر برے سے بدتر برا نہ جانا یا اسے برا کہنے پر برا مانا یا اسی قدر کہ اس امر میں بے پرواہی منائی یا تمہارے دل میں اس کی طرف سے سخت نفرت نہ آئی تو للہ اب تمہیں انصاف کرلو کہ تم ایمان کے امتحان میں کہاں پاس ہوئے، قرآن

وحدیث نے جس پر حصول ایمان کا مدار رکھا تھا اس سے کتنی دور نکل گئی۔ مسلمانو! کیا جس کے دل میں محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم ہو گی وہ ان کے بدگو کی وقعت کر سکے گا؟ اگرچہ اس کا پیر یا استاد یا پدر ہی کیوں نہ ہو، کیا جیسے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام جہاں سے زیادہ پیارے ہوں وہ ان کے گستاخ سے فوراً شدید نفرت نہ کرے گا۔ اگرچہ اس کا دوست یا برادر یا پسر ہی کیوں نہ ہو، للہ اپنے حال پر رحم کرو اور اپنے رب کی بات سنو دیکھو وہ تمہیں کیوں کر اپنی رحمت کی طرف بلاتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنیوالا اگرچہ باپ ہو جو اس سے محبت رکھے مسلمان نہیں

تمہارا رب عزوجل فرماتا ہے۔ آیت ۴ :

لَا تَجِدُ قَوْمًا یُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ یُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِیْرَتَهُمْؕ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْاِیْمَانَ وَاَیَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُؕ وَیُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاؕ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُؕ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِؕ اَلَاۤ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝

(پ ۲۸ سورۃ المجادلہ آیت ۲۲)

تو نہ پائے گا انہیں جو ایمان لاتے ہیں اللہ اور قیامت پر کہ ان کے دل میں ایسوں کی محبت آنے پائے جنہوں نے خدا اور رسول سے مخالفت کی۔ چاہے وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا عزیز ہی کیوں نہ ہو، یہ ہیں وہ لوگ جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرما دیا اور اپنی طرف کی روح سے ان کی مدد فرمائی اور انہیں باغوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں ہمیشہ رہیں گے ان میں، اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی یہی لوگ اللہ والے ہیں، سنتا ہے اللہ والے ہی مراد کو پہنچے۔

اس آیت کریمہ میں صاف فرمادیا گیا کہ جو اللہ یا رسول کی جناب میں گستاخی کرے، مسلمان اس سے دوستی نہ کرے گا جس کا صریح مفاد (صاف مطلب) یہ ہوا کہ جو اس سے دوستی کرے وہ مسلمان نہ ہو گا پھر اس حکم کا قطعاً عام ہونا بالتصریح (یعنی صاف صاف) ارشاد فرمایا کہ باپ بیٹے بھائی عزیز سب کو گنایا یعنی کوئی کیسا ہی تمہیں بالطبع محبوب ہو ایمان ہے تو گستاخی کے بعد اس سے محبت نہیں رکھ سکتے اس کی وقعت نہیں مان سکتے ورنہ مسلمان نہ رہو گا مولیٰ سبحانہ وتعالیٰ کا اتنا فرمانا ہی مسلمان کیلئے بس تھا مگر دیکھو وہ تمہیں اپنی رحمت کی طرف بلاتا ہے۔ اپنی عظیم نعمتوں کا لالچ دلاتا ہے کہ اللہ ورسول کی عظمت کے آگے تم نے کسی کا پاس نہ کیا کسی سے علاقہ محبت کا نہ رکھا تو تمہیں کیا کیا فائدے حاصل ہوں گے۔

(۱) اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں میں ایمان نقش کر دیگا۔ جس میں انشاء اللہ تعالیٰ حسن خاتمہ کی بشارت جلیلہ ہے کہ اللہ کا لکھا نہیں مٹتا۔

(۲) اللہ تعالیٰ روح القدس سے تمہاری مدد فرمائے گا۔

(۳) تمہیں ہمیشگی کی جنتوں میں لے جائے گا۔ جن کے نیچے نہریں رواں ہیں۔

(۴) تم خدا کے گروہ کہلاؤ گے خدا والے ہو جاؤ گے۔

(۵) منہ مانگی مرادیں پاؤ گے بلکہ امید وخیال وگمان سے کروڑوں درجے افزوں

(۶) سب سے زیادہ یہ کہ اللہ تم سے راضی ہو گا۔

(۷) یہ کہ فرماتا ہے میں تم سے راضی تم مجھ سے راضی، بندے کیلئے اس سے زائد اور کیا نعمت ہو گی۔ کہ اس کا رب اس سے راضی ہو مگر انتہائے بندہ نوازی یہ کہ فرمایا اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی۔ مسلمانو! خدا لگتی کہنا اگر آدمی کروڑوں جانیں رکھتا ہو اور وہ سب کی سب ان عظیم دولتوں پر نثار کر دے تو واللہ کہ مفت

پائیں۔ پھر زید و عمرو سے علاقہ تعظیم و محبت یک لخت قطع کر دینا کتنی بڑی بات ہے۔ جس پر اللہ تعالیٰ ان بے بہا نعمتوں کا وعدہ فرما رہا ہے اور اس کا وعدہ یقیناً سچا ہے۔ قرآن عظیم کی عادت کریمہ ہے کہ جو حکم فرماتا ہے جیسا کہ اس کے ماننے والوں کو اپنی نعمتوں کی بشارت دیتا ہے نہ ماننے والوں پر اپنے عذابوں کا تازیانہ بھی رکھتا ہے کہ جو پست ہمت نعمتوں کے لالچ میں نہ آئیں تو سزا کے ڈر سے راہ پائیں وہ عذاب بھی سن لیجئے۔

جوان کے گستاخ سے اگر چہ اپنا باپ ہو علاقہ رکھے اس پر قرآن مجید کے سات تازیانے

تمہارا رب عزوجل فرماتا ہے۔

آیت ۵ تا ۹ :

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْۤا اٰبَآءَكُمْ وَاِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِيْمَانِؕ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۔ (پ۱۰، سورۃ توبہ آیت ۲۳)

اے ایمان والو اپنے باپ بھائیوں کو دوست نہ بناؤ اگر وہ ایمان پر کفر پسند کریں اور تم میں جو ان سے رفاقت کریں تو وہی لوگ ستمگار ہیں۔

اور فرماتا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ (الی قولہ تعالیٰ) تُسِرُّوْنَ اِلَيْهِمْ

اے ایمان والو میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ تم چھپ کر ان سے دوستی کرتے ہو اور میں خوب جانتا ہوں

ان لوگوں سے تعلق لگا رہنے پر پڑیں گے کہ ظالم، گمراہ، کافر، جہنمی ہو۔ آخرت میں خوار ہو، خدا کو ایذا دے خدا دونوں جہان میں لعنت کرے هیهات هیهات، افسوس، افسوس کون کہہ سکتا ہے کہ یہ سات اچھے ہیں کون کہہ سکتا ہے کہ وہ سات چھوڑنے کے ہیں۔

مگر جان برادر خالی یہ کہہ دینا تو کام نہیں دیتا وہاں تو امتحان کی ٹھہری ہے ابھی آیت سن چکے۔ آلٓمّٓ ط اَحَسِبَ النَّاسُ (الآیه)۔ کیا اس بھلاوے میں ہو کہ بس زبان سے کہہ کر چھوٹ جاؤ گے امتحان نہ ہوگا۔

ہاں یہی امتحان کا وقت ہے

دیکھو یہ اللہ واحد قہار کی طرف سے تمہاری جانچ ہے۔ دیکھو وہ فرما رہا ہے کہ تمہارے رشتے علاقے قیامت میں کام نہ آئیں گے۔ مجھ سے توڑ کر کس سے جوڑتے ہو دیکھو وہ فرما رہا ہے کہ میں غافل نہیں۔ میں بے خبر نہیں، تمہارے اعمال دیکھ رہا ہوں۔ تمہارے اقوال سن رہا ہوں، تمہارے دلوں کے حالات سے خبردار ہوں۔ دیکھو بے پرواہی نہ کرو پرائے پیچھے اپنی عاقبت نہ بگاڑو، اللہ و رسول کے مقابل ضد سے کام نہ لو، دیکھو وہ تمہیں سخت عذاب سے ڈراتا ہے اس کے عذاب سے کہیں پناہ نہیں۔ دیکھو وہ تمہیں اپنی رحمت کی طرف بلاتا ہے، بے اس کی رحمت کے کہیں نباہ نہیں، دیکھو گناہ تو نرے گناہ ہوتے ہیں جن پر عذاب کا استحقاق ہو (یعنی عذاب کا حق ثابت ہو) مگر ایمان نہیں جاتا عذاب ہو کر خواہ رب کی رحمت، حبیب کی شفاعت سے بے عذاب ہی چھٹکارا ہو جائے یا ہو سکتا ہے، مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کا مقام ہے ان کی عظمت ان کی محبت مدار ایمان ہے، قرآن مجید کی آیتیں سن چکے کہ جو اس معاملہ میں کمی کرے اس پر دونوں جہان میں

خدا کی لعنت ہے۔

دیکھو جب ایمان گیا پھر اصلاً ابدالآباد تک کبھی کسی طرح ہرگز عذاب شدید سے رہائی نہ ہوگی۔ گستاخی کرنے والے جن کا تم یہاں کچھ پاس لحاظ کرو وہاں وہ اپنی بھگت رہے ہوں گے۔ تمہیں بچانے نہ آئیں گے۔ اور آئیں تو کیا کر سکتے ہیں۔ پھر ایسوں کا لحاظ کر کے اپنی جان کو ہمیشہ ہمیشہ غضب جبار و عذاب نار میں پھنسا دینا کیا عقل کی بات ہے؟

سننے والے نہایت غور کے ساتھ اپنے رب عزوجل کے ارشادات سن رہے ہیں۔ اور سب کی زبانوں پر سبحان اللہ اور مرحبا آفرین کے جملے بار بار آ رہے ہیں اور وجد میں جھومتے جاتے ہیں۔ یہاں تک مدرسہ کا وقت ختم ہو گیا۔ تو استاد نے روک کر رخصت کی اجازت اور شاگردوں کو چھٹی دیتے ہوئے فرمایا۔

استاد: بس آپ لوگوں کے ایمان کی درستی کیلئے فی الحال اتنا کافی ہے۔ یہ کتاب "تمہید ایمان اور حسام الحرمین شریف" ایک ساتھ ایک جلد میں چھاپ دی گئی ہے۔ ایک ایک جلد آپ لوگ حاصل کر کے پڑھ سکتے ہیں۔ مجھے چونکہ تقویۃ الایمان کی اصلاح کرنا ہے اور یہ کام فی الحال ہر کام سے زیادہ ضروری ہے۔ ہمارے شاگرد رشید غلام دستگیر کل سے اسی کے متعلق سوالات کریں گے جن کا جواب انشاء اللہ تعالیٰ قرآن وحدیث سے دیا جائے گا اور بتایا جائے گا کہ جو آیتیں یا حدیثیں تقویۃ الایمان میں لکھی گئی ہیں ان کا صحیح مفہوم اور مطلب کیا ہے

مولوی اسماعیل صاحب کو دنیا کی محبت نے ایسا مجبور کر دیا کہ قرآن شریف کی آیتوں کا مفہوم دل سے گڑھا اور عوام کو مغالطے میں ڈال دیا۔ یہ بھی خیال نہ کیا کہ حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسے شخص کیلئے جہنم کی سزا مقرر فرمائی۔

مشکوٰۃ شریف میں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ قَالَ فِی الْقُرْآنِ بِرَائِهٖ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ وَفِی رِوَايَةٍ مَنْ قَالَ فِی الْقُرْآنِ بِغَيْرِ عِلْمٍ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ (مشکوٰۃ ص ۳۵)

جو شخص قرآن شریف میں اپنی رائے سے معنی بیان کرے اسے چاہئے کہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لے۔

ایسی اور بھی احادیث ہیں مگر ایمان والو کو یہی کافی ہے۔ اس کے بعد سب لوگ رخصت ہوئے اور تمام شاگرد اپنے اپنے گھر چلے گئے۔

تیسرا سبق

اصلاح تفویۃ الایمان

آج بھی گزشتہ دنوں کی طرح مسلمانوں کا کافی اجتماع ہے اور شاگرد اپنا پہلا سوال پیش کرتا ہے۔

شاگرد: حضور تفویۃ الایمان کے صفحہ ۵ پر یہ عبارت لکھی ہے جس کی سرخی یہ ہے

﴿پہلا باب﴾

توحید وشرک کے بیان میں

عبارت تفویۃ الایمان .... اول سننا چاہئے کہ شرک لوگوں میں بہت پھیل رہا ہے۔اصل توحید نایاب۔لیکن اکثر لوگ شرک وتوحید کے معنی نہیں سمجھتے اور ایمان کا دعویٰ رکھتے ہیں۔حالانکہ شرک میں گرفتار ہیں۔سو اول معنی شرک وتوحید کے سمجھنے چاہئے تا کہ برائی بھلائی قرآن وحدیث سے معلوم ہو۔

اس عبارت کے بعد شرک کی تعریف لکھنا چاہئے تھی تا کہ اس کسوٹی پر عام مسلمانوں کو دیکھا جاتا، مگر ایک حرف بھی نہ لکھا۔حضور ذرا شرک وتوحید کے معنی سمجھا دیں۔

استاد: توحید وہی ہے جس کو کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ میں کامل طور پر بیان کر دیا گیا ہے۔اس کے معنی یہ ہیں کہ سچا معبود اللہ کے سوا کوئی نہیں۔مطلب یہ ہوا کہ سچا معبود اکیلا اللہ ہے اور بس اس کا زبان سے اقرار کرنا دل سے یقین جاننا توحید کہلاتا ہے۔اور یہی مفہوم مرقات جلد اول، تفسیر خازن جلد اول، شرح عقائد وغیرہ کتابوں میں موجود ہے۔اور حضرت شیخ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ میں فرماتے ہیں۔"بالجملہ شرک سہ قسم است، در وجود، ودر خالقیت، ودر عبادت"۔ خلاصہ مطلب شرک کا یہ ہے۔ کہ شرک تین طرح پر ہوتا ہے۔

(۱) اللہ کے سوا کسی دوسرے کو واجب الوجود ٹھہرائے تو شرک ہے۔

(۲) یہ کہ کسی دوسرے کو اللہ کے سوا اپنا خالق جانے یا کہے تو شرک ہے۔

(۳) عبادت کا مستحق سوائے اللہ کے کوئی نہیں تو غیر خدا کی عبادت کرنا یا اللہ کے سوا کسی دوسرے کو عبادت کا مستحق جاننا یہ بھی شرک ہے۔

ان عبارتوں کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ واجب الوجود ہے یعنی اپنی ذات اور صفات میں دوسرے کا محتاج نہیں بلکہ غنی بالذات ہے۔

اس کی تمام خوبیاں اور کمالات خود اس کے ذاتی ہیں کسی کے دیئے ہوئے نہیں اور وہی عبادت کا مستحق ہے۔ سو اگر کوئی کسی دوسرے کے ساتھ یہ عقیدہ رکھے کہ یہ اپنی ذات اور صفات میں بالذات غنی ہے۔ یعنی اسمیں جو کچھ کمالات ہیں وہ کسی کے دیئے نہیں ہیں۔ بلکہ اپنی ذات سے خود حاصل ہیں یا یہ سمجھے کہ یہ عبادت کا مستحق ہے تو ایسا عقیدہ رکھنے والا مشرک ہے۔ جیسے ہمارے ملک میں آریوں کا عقیدہ ہے کہ وہ اللہ کے سوا روح اور مادہ کو بھی قدیم اور واجب الوجود مانتے ہیں اور روح و مادہ کو بنانے والے سے بے نیاز جانتے ہیں یعنی یہ کہتے ہیں کہ روح اور مادہ کو کسی نے پیدا نہیں کیا بلکہ خود اپنی ذات سے ہیں سو مشرک ہیں۔

اسی طرح کسی کے کمالات اور صفات کو ذاتی مانے اور یہ عقیدہ رکھے کہ یہ شخص بیماروں کو اچھا کرتا ہے اور بیماروں کو اچھا کرنے کی صفت کسی کی دی ہوئی نہیں ہے بلکہ اس کو اپنی ذات سے یہ صفت حاصل ہے تو یہ عقیدہ بھی شرک ہے۔

خواہ وہ کمال علم ہو یا علم غیب ہو یا قدرت، تصرف یا حیات یا سمع وبصر یعنی دیکھنے کی قوت، سننے کی قوت وغیرہ وغیرہ ان سب باتوں کو اللہ کے سوا کسی دوسرے کیلئے اگر اللہ کی عطا سے نہ مانے جیسا کہ ستاروں کو پوجنے والے دنیا کے تغیرات کو

ستاروں کی رفتار سے مانتے ہوئے یہ عقیدہ رکھتے ہیں۔ کہ ستاروں میں یہ صفت کسی کی دی ہوئی نہیں۔ بلکہ ستارہ پرست ستاروں کو ان افعال میں غنی بالذات مانتے ہیں یہ عقیدہ شرک ہے۔ اور ایسا عقیدہ رکھنے والے مشرک ہیں۔ اسی طرح اگر کوئی کسی دوسرے کی عبادت کرے جس کو ہندو پوجا اور فارسی میں پرستش کہتے ہیں وہ بھی شرک ہے جیسے بت پرست جو بتوں کی عبادت کرتے ہیں۔ ان کو پرستش کا مستحق جانتے ہیں یہ بھی شرک ہے۔

لہٰذا جو لوگ اللہ کے عطا کئے ہوئے صفات و کمالات اس کے بندوں کیلئے ثابت کرتے ہیں اور ان کے کمالات کو اللہ تعالیٰ کی عطا اور دین جانتے ہیں اور مانتے ہیں وہ مشرک نہیں مثلاً کوئی شخص کسی کو سمیع و بصیر کہے اور یہ عقیدہ رکھے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو سمیع و بصیر یعنی سننے والا اور دیکھنے والا بنایا اور یہ دیکھنے اور سننے کی طاقت اور قدرت اس کو اپنی ذات سے نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ہے وہ مشرک نہیں بلکہ موحد ہے مشرک جب ہوتا ہے جبکہ یہ عقیدہ رکھتا کہ انسان کیلئے یہ صفت ذاتی ہے اور یہ عقیدہ رکھتا کہ سننے اور دیکھنے کی قدرت اسے خود حاصل ہے کسی دوسرے کا محتاج نہیں۔ جیسا کہ قرآن پاک میں فرمایا ہے۔

فَجَعَلْنَاهُ سَمِيعًا بَصِيرًا (پ۲۹، سورۃ دھر آیت ۲) ہم نے انسان کو سمیع و بصیر کیا یعنی انسان کو سننے اور دیکھنے کی قدرت عطا فرمائی۔

اب دیکھو قرآن پاک ہی میں سمیع و بصیر اللہ تعالیٰ کی صفت میں وارد ہے

لیکن پھر بھی انسان کو سمیع و بصیر فرمایا گیا۔ یہ شرک نہیں ہوا کیونکہ انسان کیلئے جو دیکھنے کی صفت ہے وہ عطائے الٰہی سے ہے۔ ذاتی نہیں ہے تو انسان سمیع و بصیر میں

بے نیاز نہ ہوا بلکہ خدا کا محتاج ہی رہا کہ اگر وہ یہ صفت انسان کو نہ دیتا تو انسان نہ دیکھ سکتا تھا۔ نہ سن سکتا تھا لہٰذا یہ شرک نہیں۔ یہ بات خوب ذہن نشین کر لی جائے، کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے کیلئے کسی ایک ذرہ پر قدرت یا اختیار یا علم ثابت کرنا اگر بالذات ہو تو شرک ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی عطا سے ماننا شرک نہیں اور اگر یہ فرق نہ ہو تو پھر انسان ہر بات میں مشرک ہو جائے گا اور دنیا میں ایک بھی کلمہ پڑھنے والا شرک سے نہ بچے گا۔

اگر یہ کہے کہ میں دیکھتا ہوں تو مشرک، میں سنتا ہوں تو مشرک، میں زندہ ہوں تو مشرک، میں موجود ہوں تو مشرک، میں سچا ہوں تو مشرک وغیرہ وغیرہ، کوئی بات شرک سے خالی نہ رہے گی۔ یونہی یہ الفاظ جو روزانہ ہم بولتے ہیں ان میں بھی ذاتی اور عطائی کا فرق ہے ورنہ ایسے الفاظ بولنے والے مشرک ہو جائیں، مثلاً غذا نے قوت دی، پانی نے پیاس بجھا دی، دوا نے نفع کیا۔ سردی نے نقصان کیا یہ سب باتیں شرک نہیں، کیونکہ ان میں سے کسی چیز کو اس کی ذات سے نفع یا نقصان کا مالک نہیں جانا بلکہ اللہ کی طرف سے مانا کہ دوا میں اللہ نے نفع یا نقصان کی صفت دی ہے۔ اسی طرح اگر یہ کہا کہ میں دیکھتا ہوں مگر اعتقاد یہ ہے کہ دیکھنے میں اللہ تعالیٰ کے کرم کا محتاج ہوں وہ دیکھنے کی قوت عطا نہ فرمائے تو کچھ نہ دیکھ سکوں، تو بے شک موحد ہے، مشرک نہیں، اس کو شرک کہنے والا جاہل بدعقل گمراہ ہے، معاذ اللہ۔ اس سے تو اللہ تعالیٰ کی صفتیں بھی عطائی ثابت ہوں گی جبھی تو عطائی صفتوں کو شرک کہا۔ اور یہ سراسر باطل و گمراہی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا کوئی کمال عطائی نہیں کسی اور سے حاصل کیا ہوا نہیں۔ ہر کمال اس کا ذاتی ہے تو ظاہر ہو گیا کہ عطائی کمال کسی کیلئے ثابت کرنا ہرگز شرک نہیں ہو سکتا جیسا کہ تیسرا پارہ سورۃ آل عمران میں حضرت عیسیٰ

علیہ السلام کا قول نقل کیا۔

اَنِّیْ قَدْ جِئْتُکُمْ بِاٰیَةٍ مِّنْ رَّبِّکُمْ اَنِّیْٓ اَخْلُقُ لَکُمْ مِّنَ الطِّیْنِ کَهَیْـَٔةِ الطَّیْرِ فَاَنْفُخُ فِیْهِ فَیَکُوْنُ طَیْرًا بِاِذْنِ اللّٰهِ وَاُبْرِئُ الْاَکْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْیِ الْمَوْتٰی بِاِذْنِ اللّٰهِ وَاُنَبِّئُکُمْ بِمَا تَاْکُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ فِیْ بُیُوْتِکُمْ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَةً لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۝ (پ۳ سورۃ آل عمران آیت ۴۹)

میں تمہارے پاس ایک نشانی لایا ہوں تمہارے رب کی طرف سے کہ میں تمہارے لئے مٹی سے پرند کی سی مورت بناتا ہوں پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ فوراً پرند ہو جاتی ہے اللہ کے حکم سے اور میں شفا دیتا ہوں مادر زاد اندھے اور سفید داغ والے کو اور مردے جلاتا ہوں اللہ کے حکم سے اور تمہیں بتاتا ہوں جو تم کھاتے ہو اور جو اپنے گھروں میں جمع کرر کھتے ہو بے شک ان باتوں میں تمہارے لئے بڑی نشانی ہے اگر تم ایمان رکھتے ہو۔

یعنی عیسیٰ علیہ السلام قوم سے فرماتے ہیں کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے ایسی ایسی تصرف کرنے کی قدرتیں عطا فرمائی ہیں کہ میں جانور مٹی کا بنا کر پھونک مار کر جان ڈال دیتا ہوں میں اندھے کو انکھیارا اور کوڑھی کو اچھا کر دیتا ہوں مردے کو زندہ کرتا ہوں اور جو تم کھاتے ہو اور جو گھر میں جمع کر کے رکھتے ہو اس کی خبر دیتا ہوں اور فرمایا کہ اگر تم ایمان والے ہو تو اس میں تمہارے لئے نشانی ہے۔

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ جو کوئی اللہ کے پیاروں کیلئے ایسا عقیدہ رکھے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ صفتیں ان کو عطا فرمائی ہیں جیسے انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام

وغیرہ تو یہ ہرگز شرک نہیں جو عطائی کمالات ماننے کو شرک کہے وہ قرآن کا منکر ہے۔

شرک یہ ہے کہ دو معبود یا زیادہ قرار دے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے چودھویں پارہ سورۃ نحل میں فرمایا۔

لَا تَتَّخِذُوْٓا اِلٰهَيْنِ اثْنَيْنِ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ۔ (پ۱۴، سورۃ نحل آیت ۵۱)

یعنی دو معبود نہ بناؤ سوائے اس کے نہیں کہ مستحق عبادت وہ ایک ہی ہے اللہ

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ کے سوا کسی دوسرے کو معبود اور مستحق عبادت جاننا شرک ہے یا اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات میں یا افعال میں کسی کو اس کا مثل ٹھہرانا یہ بھی شرک ہے۔ مگر بحمد اللہ تعالیٰ دنیا میں کوئی مسلمان یہ عقیدہ نہیں رکھتا کہ اللہ کے سوا کسی کو معبود جانتا اور عبادت کا مستحق مانتا ہو، نہ اللہ تعالیٰ کی ذات میں کسی کو مثل جانتا ہے کیونکہ اللہ وہ ہے جو خالق ہے سارے جہان کا اور باقی سب اس کے پیدا کئے ہوئے ہیں، نہ اللہ کی صفتوں میں کسی کو اس کا شریک ٹھہراتا ہے اور خوب جانتا ہے کہ عالم میں کوئی بھی ایسا نہیں کہ جس کو اپنی ذات سے کوئی صفت حاصل ہو، سوائے اس ایک اللہ کے اسی طرح تمام افعال میں بھی ہر مسلمان کا یہی عقیدہ ہے کہ افعال میں بھی اس کا کوئی شریک نہیں پھر مولوی اسماعیل صاحب کی یہ عبارت کہ ''شرک لوگوں میں بہت پھیل رہا ہے اور اصل توحید نایاب، لیکن اکثر لوگ شرک وتوحید کے معنی نہیں سمجھتے اور دعویٰ ایمان کا رکھتے ہیں حالانکہ شرک میں گرفتار ہیں''۔ بالکل غلط ہے اکثر تو تو چھوڑ و تھوڑے ہی مسلمان ایسے دکھا دو جو اللہ کے سوا کسی دوسرے کو معبود برحق مانتے ہوں یا اللہ کی صفتوں میں اور فعلوں میں اس کا مثل اور شریک سمجھتے ہوں یا غیر خدا کی عبادت اور پرستش کرتے ہوں مگر بحمد اللہ تعالیٰ ایسا نہیں اور ہرگز نہیں۔ تو شرک کا حکم ان غریب بھولے بھالے مسلمانوں پر لگانا

بالکل غلط اور جھوٹ ہے۔افتراءو بہتان ہے۔

شاگرد: شرک وتوحید کے معنی تو خوب سمجھ میں آ گئے اس عبارت کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں۔(عبارت تفویۃ الایمان ص ۵)۔''سننا چاہئے کہ اکثر لوگ پیروں کو اور پیغمبروں کو اور اماموں کو اور شہیدوں کو اور فرشتوں کو اور پریوں کو مشکل کے وقت پکارتے ہیں اور ان سے مرادیں مانگتے ہیں اور ان کی منتیں مانتے ہیں اور حاجت براری کیلئے ان کی نذر و نیاز کرتے ہیں بلا کے ٹلنے کیلئے اپنے بیٹوں کو ان کی طرف منسوب کرتے ہیں کوئی اپنے بیٹے کا نام عبدالنبی رکھتا ہے کوئی علی بخش، کوئی حسین بخش، کوئی سالار بخش، کوئی مدار بخش، کوئی غلام محی الدین، کوئی غلام معین الدین اور ان کے جینے کیلئے کوئی کسی کے نام کی چوٹی رکھتا ہے کوئی کسی کے نام کی بدھی پہنتا ہے کوئی کسی کے نام کے کپڑے پہنتا ہے کوئی کسی کے نام کی بیڑی ڈالتا ہے کوئی کسی کے نام کے جانور کرتا ہے کوئی مشکل کے وقت دھائی دیتا ہے کوئی اپنی باتوں میں کسی کے نام کی قسم کھاتا ہے غرض کہ جو کچھ ہندو اپنے بتوں سے کرتے ہیں وہ سب کچھ یہ جھوٹے مسلمان انبیاء اور اولیاء سے اور اماموں سے اور شہیدوں سے اور فرشتوں اور پریوں سے کر گزرتے ہیں اور دعویٰ مسلمانی کئے جاتے ہیں۔ سبحان اللہ! یہ منہ اور یہ دعویٰ، سچ فرمایا۔اللہ صاحب نے سورۂ یوسف میں۔

وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُشْرِكُوْنَ ٥ (پ ۱۳، سورۂ یوسف آیت ۱۰۶)

اور نہیں مسلمان ہیں اکثر لوگ جو دعویٰ ایمان کا رکھتے ہیں سو وہ شرک میں گرفتار ہیں۔

استاد: اس عبارت کے متعلق وہابی لوگوں سے ہی اسی طرح سوال کیا جاسکتا ہے کہ کیوں صاحبو! تم لوگ اپنی بیٹی کو پیار کرتے ہو، خالہ ممانی کے گھر جاتے ہو،

ماں کے ساتھ کھانا کھاتے ہو، بہو کے لئے کپڑے کے تھان خرید کر لاتے ہو بیبیوں کو ساتھ سلاتے ہو اور تمام وہ کام کر گزرتے ہو جو عیاش اور بدمعاش لوگ فاحشہ اور بدکار عورتوں سے کر گزرتے ہیں۔ مولوی اسماعیل صاحب کو اپنا امام و پیشوا ماننے والے اس پر غور کریں جواب میں جلدی نہ کریں۔ انصاف سے کام لیں اور میری عبارت جس میں ماں، بہن، خالہ، ممانی، بہو، بیٹی، بی بی کا نام لیا گیا۔ اور انکو بدکار اور فاحشہ عورتوں اور بدکار و بدمعاش لوگوں کے تعلقات سے نسبت دی گئی ہے۔ کیا یہ نسبت صحیح ہو سکتی ہے اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو للہ ذرا انصاف سے کہدو کہ تمہارے امام مولوی اسماعیل صاحب کی یہ عبارت کہ

''جو کچھ ہندو اپنے بتوں سے کرتے ہیں وہ سب کچھ یہ جھوٹے مسلمان انبیاء و اولیاء اور اماموں اور شہیدوں سے کر گزرتے ہیں''

کیونکر صحیح ہو سکتی ہے پھر جب ذرا سی عزت رکھنے والا اپنی ماں، بہن، بہو، بیٹی، بی بی وغیرہ کے ساتھ ایسی نسبت کو اپنی توہین سمجھے گا اور واقعی توہین ہے کہ کہاں بازار کی رنڈی اور بدکارہ اور کہاں اپنے گھر کی بہو بیٹی مائیں بہنیں وغیرہ تو اسی طرح جس کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہو گا وہ ہندو اور ان کے بتوں کی ایسی ناپاک نسبت کو اپنے اور اپنے بزرگان دین اور محبوبان خدا کیلئے کیسے گوارہ کرے گا کیا یہ انبیاء اولیاء اور اماموں شہیدوں کی توہین نہیں۔ ضرور ہے اور یقیناً ہے۔ کہ کہاں بت اور کہاں محبوبان خدا۔ بتوں پر اللہ لعنت فرمائے۔ اللہ کے فرشتے اور سب مسلمان لعنت کریں۔

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ درود بھیجے اور اللہ کے فرشتے درود بھیجیں اور ایمان والوں کو حکم ہو کہ تم بھی درود سلام بھیجو۔ صَلَّى اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ وَآلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةً وَّسَلَامًا عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰه۔

﴿﴾ اگر اسی طرح مثالیں دی جائیں تو ایک بہت بڑی کتاب اسی مضمون پر مرتب ہو سکتی ہے۔ ایک سکہ وہ ہے جو بادشاہ کی ٹکسال میں تیار ہوا ہے اور اس پر ٹکسالی مہر لگی ہے ایک سکہ وہ ہے جو لوگوں نے اپنی خفیہ ٹکسال میں بنالیا ہے۔ اگر چہ اسی سکہ کی ہو بہو نقل ہے، فقط اتنا فرق ہے کہ وہ بادشاہ کی ٹکسال کا نہیں ہے مگر قانوناً دونوں میں بڑا فرق ہے کہ جس طرح نقلی سکہ پکڑا جاتا ہے تو اسکے بنانیوالے کو جیل خانہ بھیج دیا جاتا ہے۔ اسی طرح اصلی سکہ کو اگر کوئی اسی نقلی سکہ کی جگہ بتا کر لینے سے انکار کرے تو اس کی بھی وہی سزا ہے جو نقلی سکہ بنانیوالے کو دی جاتی ہے یعنی نقلی سکہ کے احکام اصلی سکہ پر لگانا قانوناً بہت بڑا جرم ہے۔ سو بت وہ ہیں۔ جو ٹکسال باہر ہیں جو لوگوں نے خود بنالئے ہیں۔ لہٰذا وہ کسی طرح بھی شہنشاہ حقیقی کی حکومت میں نہیں چل سکتے ان سے ذرہ برابر بھی کوئی واسطہ رکھے گا ضرور ضرور ہمیشہ ہمیشہ کیلئے جہنم میں ڈالا جائیگا۔ اور انبیاء علیہم السلام اللہ کے بنائے ہوئے ہیں خدا نے انہیں نبی بنا کر بھیجا ہے۔ ان کی تعظیم ہم پر فرض کی ہے اگر ان سے واسطہ نہ رکھے گا۔ اور ان کو بتوں کی جگہ بتا کر معاذ اللہ ان کی شان گھٹائے گا تو شرعاً کتنا بڑا جرم ہوگا۔ ان پر ایمان لانا اور انہیں اللہ کا نبی ماننا فرض انکی تعظیم مدار ایمان ہے، اولیاء کی نسبت بھی اللہ کے ساتھ خاص ہے کہ قرآن میں ان کو اولیاء اللہ فرمایا گیا ہے اور لَا خَوْفٌ کا تاج ان کے سر مبارک پر سجایا گیا ہے اور اولیاء اللہ میں شہید اور امام و امام زادے اور سب بزرگان دین بھی داخل ہیں۔ مسلمان کیلئے تو اس لفظ اولیاء اللہ کی نسبت کافی ہے کہ اللہ نے انہیں اولیاء اللہ فرمایا یعنی اللہ والے، تو جو کوئی اللہ والا ہوگا وہ اللہ والوں کو ضرور محبوب رکھے گا ان کی تعظیم بھی کرے گا۔ اور جو اللہ کا دشمن ہوگا وہ اللہ والوں سے جلے گا ان کی شان میں گستاخیاں بھی کریگا، مولوی اسماعیل کو مشرکین اور انکے

معبودان باطل سے خاص محبت ہے چونکہ اللہ نے بہت جگہ کلام پاک میں ان کی مذمت فرمائی ہے اس لئے مولوی اسماعیل صاحب ان آیتوں کو لکھ کر جھٹ اللہ والوں پر ڈھال دیتے ہیں اور بتوں اور بت پرستوں کو بچا جاتے ہیں جیسے کوئی شخص کسی کے سامنے ان کے دوستوں کو برا کہے تو وہ جھٹ اپنے دوستوں کا حمایتی بن کر جواب میں کہہ دیتا ہے کہ واہ یہ تو ایسے نہیں ہیں تمہارے ہی فلاں فلاں ایسے ہیں، افسوس کتنا بڑا ظلم ہے کہ پیغمبروں، اماموں، شہیدوں، فرشتوں کو مشکل کے وقت پکارنا، ایصال ثواب کیلئے منتیں ماننا، حاجت روائی کیلئے ان کی روح کو ثواب پہنچانا، برکت کیلئے اپنی اولاد کے نام ان کے نام پر رکھنا کسی کے نام کا جانور کرنا، کسی کے نام کی قسم کھانا، مشکل کے وقت دھائی دینا، یہ سب شرک قرار دیدیا، اور مسلمانوں کو بیدردی کے ساتھ اسلام سے خارج کر دیا۔ ہر بات کیلئے دلیل ہونا چاہئے تھی مگر بلا ثبوت آیت یا حدیث کے کسی بات کو شرک کہنا نئی شریعت بنانا ہے اور بلا وجہ مسلمانوں کو مشرک کہنا ہے، نئی شریعت بنانا گویا خدائی کا دعویٰ کرنا ہے۔ اور یہاں جو آیت لکھی ہے اس سے ہرگز یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ایصال ثواب کرنا شرک ہے یا بزرگوں کے ناموں پر اپنی اولاد کا نام رکھنا شرک ہے یا بزرگان دین کے وسیلے سے خدا سے مرادیں مانگنا، حاجتیں طلب کرنا یا مشکل کے وقت اپنی مدد کیلئے اللہ کے پیارے بندوں کو پکارنا شرک ہو، یہ آیہ کریمہ تو ان مشرکین کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو اللہ تعالیٰ کی خالقیت اور رزاقیت کے مقر بھی ہیں اور مصیبت کے وقت اس کو پکارتے بھی ہیں مگر باوجود اس کے غیروں (بتوں) کو شریک کرتے ہیں یعنی بت پرستی کرتے ہیں۔ اب اس آیہ کریمہ کے ترجمہ پر غور کرو جو اسماعیل صاحب نے لکھی ہے۔

وَمَا یُؤْمِنُ اَکْثَرُھُمْ بِاللّٰہِ اِلَّا وَھُمْ مُّشْرِکُوْنَ ۝

(پارہ ۱۳، سورۃ یوسف آیت ۱۰۶)

﴿﴾ پہلا ترجمہ، اسماعیل صاحب کا...... ''اور نہیں مسلمان ہیں اکثر لوگ مگر کہ شرک کرتے ہیں یعنی اکثر لوگ جو دعویٰ ایمان کا رکھتے ہیں سو وہ شرک میں گرفتار ہیں''۔

﴿﴾ دوسرا ترجمہ، اشرفعلی تھانوی صاحب کا..... ''اور اکثر لوگ جو خدا کو مانتے بھی ہیں تو اس طرح کہ شرک بھی کرتے جاتے ہیں۔''

﴿﴾ تیسرا ترجمہ، شاہ رفیع الدین صاحب کا...... ''اور نہیں ایمان لاتے اکثر ان کے ساتھ اللہ کے مگر وہ شرک لانے والے ہیں۔''

یہاں غور کرنا چاہئے کہ مولوی اسماعیل صاحب کا لفظی ترجمہ اور با محاورہ ترجمہ دونوں میں ''باللہ'' کا ترجمہ غائب ہے، اگر وہ ایسا نہ کرتے تو اس آیت کو مسلمانوں کی طرف ڈھالنے کا راستہ بند ہو جاتا، اور مولوی اشرفعلی صاحب نے بھی لفظی ترجمہ نہیں کیا، مگر با محاورہ ترجمہ کے یہ معنی نہیں کہ مطلب خبط ہو جائے چنانچہ ان کے کئے ہوئے ترجمہ میں دو رنگی جھلک نظر آتی ہے، چاہے مسلمان مراد لے لو چاہے مشرکین مراد لے لو۔

﴿﴾ البتہ شاہ رفیع الدین صاحب کا ترجمہ بالکل صحیح ہے کہ آیت کریمہ کے ایک ایک لفظ کا ترجمہ کیا گیا ہے۔ کہ نہیں ایمان لاتے اکثر ان کے ساتھ اللہ کے مگر وہ شرک کرتے ہیں۔ اس ترجمہ سے مطلب بالکل صاف ہو گیا کہ اس سے مسلمان ہرگز مراد نہیں بلکہ بت پرست مراد ہیں۔ بالفرض مولوی اسماعیل صاحب کا ترجمہ کہ نہیں مسلمان ہیں اکثر لوگ مگر کہ شرک کرتے ہیں۔ اگر صحیح مان لیا جائے

توسب سے پہلے معاذ اللہ وہ صحابہ کرام مراد ہونگے جوحضور کے ہاتھ پر ایمان لائے تھے۔ کیونکہ آیۂ کریمہ کا عنوان اس موجودہ وقت پر دلالت کرتا ہے، کہ نہیں مسلمان ہیں اکثر لوگ تو کیا دنیا میں کوئی وہابی ثابت کرسکتا ہے کہ اکثر صحابہ باوجود مسلمان ہونے کے معاذ اللہ شرک کرتے تھے۔ صحابہ کرام کی تعداد ایک لاکھ پچیس ہزار بتائی جاتی ہے۔ انہیں کے راستے پر چلنے کیلئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۔یہی صحابہ کرام ہیں جن کو دین ودنیا کی نعمتیں اللہ ورسول نے عطا فرمائیں اور انہیں کے بارے میں حدیث میں فرمایا گیا۔

اَصْحَابِىْ كَالنُّجُوْمِ بِاَيِّهِمُ اقْتَدَيْتُمُ اهْتَدَيْتُمْ .... یعنی صحابہ ستاروں کی مثل ہیں (ان میں سے) جس کی اتباع کروگے راہ پاؤگے۔

مسلمانو! اب تمہاری سمجھ میں آگیا ہوگا کہ دیکھو کس کس طرح سے تمہیں اور صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین سب کو مشرک بنایا جارہا ہے۔ اب اگر وہ تمام آیتیں جو تقویۃ الایمان میں لکھی ہیں ان کا صحیح مطلب سمجھایا جائے۔ تو اس کتاب کا ایک دفتر ہوجائے گا۔ جس کے دل میں نور ایمان ہوگا وہ ہر آیت کا ترجمہ پڑھتے ہی سمجھ لے گا کہ مشرکین کے بارے میں ہے یا مسلمانوں سے فرمایا جارہا ہے۔ پھر اس کے مضمون کو مسلمانوں پر ڈھالنا اور ان کے سچے عقیدوں کو شرک بتانا کتنا بڑا ظلم ہے غرضکہ یہ آیت کہ نہیں ایمان لاتے اکثر لوگ مگر شرک کرتے ہیں یہ لکھ کر آگے لکھتے ہیں۔

(عبارت تقویۃ الایمان) ''کہ پھر اگر کوئی سمجھانے والا ان لوگوں سے کہے کہ تم دعویٰ ایمان کا رکھتے ہو اور افعال شرک کرتے ہو یہ دونوں راہیں کیوں ملائے دیتے ہو اس کا جواب دیتے ہیں کہ ہم تو شرک نہیں کرتے بلکہ اپنا عقیدہ انبیاء واولیاء کی جناب میں ظاہر کرتے ہیں شرک تو جب ہوتا کہ ہم انبیاء علیہم السلام واولیاء اللہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو پیروں اور

شہیدوں کو اللہ کے برابر سمجھتے ،سو یوں تو ہم نہیں سمجھتے بلکہ ہم ان کو اللہ ہی کا بندہ جانتے ہیں اور اسی کی مخلوق اور یہ قدرت تصرف کی اسی نے انہیں بخشی ہے اس کی مرضی سے عالم میں تصرف کرتے ہیں اور ان کا پکارنا عین اللہ ہی کا پکارنا ہے اور ان سے مدد مانگنی عین اسی سے مدد مانگنی ہے اور وہ لوگ اللہ کے پیارے ہیں جو چاہیں سو کریں۔اسی کی جناب میں ہمارے سفارشی ہیں اور وکیل ،ان کے ملنے سے خدا ملتا ہے ،اور ان کے پکارنے سے اللہ کا قرب حاصل ہوتا ہے اور جتنا ہم ان کو مانتے ہیں اتنا ہی ہم اللہ سے نزدیک ہوتے ہیں۔''

یہ جواب بالکل قرآن وحدیث کے مطابق ہے۔مگر جو قرآن شریف اور حدیث شریف کو نہیں سمجھا وہ اس جواب کے آگے یوں لکھتا ہے۔

''اور اسی قسم کی خرافاتیں بکتے ہیں۔اور ان سب باتوں کا سبب یہ ہے کہ خدا اور سول کا کلام چھوڑ کر اپنی عقل کو دخل دیا (حالانکہ یہ عبارت خود لکھنے والے پر چسپاں ہو رہی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت سے برابر آج تک سب مسلمانوں کا یہی عقیدہ رہا اور ہے ان سچی اور حق باتوں کو لکھتا ہے) اور جھوٹی کہانیوں کے پیچھے پڑے اور غلط رسموں کی سند پکڑی (چاہئے تو یہ تھا کہ جن کو جھوٹی کہانی اور غلط رسمیں بتایا جا رہا ہے۔ان کو قرآن وحدیث سے ثابت کرتا ،خود تو کلام پاک سے آنکھ بند کر لی اور الزام مسلمانوں پر لگایا کہ) اگر اللہ ورسول کا کلام تحقیق کر لیتے تو یہ سمجھ لیتے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بھی کافر لوگ ایسی ہی باتیں کرتے تھے۔(کافروں ہی کے بارے یہ آیت نازل ہوئی ہے مگر ظالم مسلمانوں کو کافر بنائے دیتا ہے) کہ اللہ صاحب (جل وعلا) نے ان کی ایک نہ مانی اور ان پر غصہ کیا (غصہ کی معنی ہیں اچھو لگنا وہ رنج جس سے گلا گھٹ جائے ایسا لفظ اللہ تعالیٰ کیلئے استعمال کرنا بے ادبی ہے) اور ان کو جھوٹا بتایا چنانچہ سورۂ یونس میں اللہ صاحب نے فرمایا۔

وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ قُلْ اَتُنَبِّئُوْنَ اللّٰهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِى السَّمٰوٰتِ وَلَا فِى الْاَرْضِ سُبْحٰنَهٗ وَتَعَالٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ٥	اور پوجتے ہیں ورے اللہ تعالیٰ کے ایسی چیزوں کو نہ کچھ فائدہ دے نہ نقصان اور کہتے ہیں یہ لوگ ہمارے سفارشی ہیں اللہ کے پاس کہہ (اے حبیب تم ان کافروں سے) کیا بتاتے ہو تم اللہ کو جو نہیں جانتا وہ آسمانوں میں اور زمین میں، سو وہ نرالا ہے ان سب سے جسکو یہ شریک بتاتے ہیں۔
(پارہ ۱۱، سورۃ یونس آیت ۱۸)	

دیکھو یہ آیت کریمہ صاف صاف بتا رہی ہے کہ کفار اور ان کے جھوٹے معبودوں کے بارے میں ہے مگر مولوی اسماعیل اس کو بھی مسلمانوں اور بزرگان دین پر ڈھال رہے ہیں اور بتوں کو صاف بچا رہے ہیں، یعنی کفار کی جگہ، لوگ، بت کی جگہ، بزرگ اور پوجنے کی جگہ پکارنا وغیرہ کر دیا۔

فائدہ مع اصلاح : یعنی جسکو کفار لوگ پکارتے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ نے کچھ قدرت نہیں دی، نہ فائدہ پہچانے کی نہ نقصان دینے کی۔ اور یہ جو کہتے ہیں کہ یہ بزرگ (یعنی بت) ہمارے سفارشی ہیں اللہ کے پاس، سو بات اللہ نے تو نہیں بتائی پھر کیا تم اللہ سے زیادہ خبردار ہو۔ سو اس کو بتاتے ہو جو نہیں جانتا۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ تمام آسمان وزمین میں کوئی کسی کا ایسا سفارشی نہیں ہے کہ اس کو مانے اور اس کو پکارے تو کچھ فائدہ ہو یا نقصان پہنچے بلکہ انبیاء اولیاء کی سفارش جو ہے سو اللہ تعالیٰ کے اختیار کی ہے۔ (بے شک اللہ تعالیٰ نے ہی اپنے اختیار سے شفاعت کا مالک اپنے پیارے بندوں کو بنایا ہے تو انبیاء علیہم السلام کی شان میں یہ کہنا کہ) ان کے پکارنے یا نہ پکارنے سے کچھ نہیں ہوتا (یہ غلط ہے، ہاں بتوں کے متعلق صحیح ہے) اور یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ جو کوئی کسی کو سفارشی بھی سمجھ کر پوجے

(جیسا کہ مشرکین اپنے بتوں کو سفارشی سمجھ کر پوجتے ہیں) وہ بھی شرک ہوتا ہے اور اللہ صاحب نے سورۂ زمر میں فرمایا۔

وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰىؕ اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِيْ مَا هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ كٰذِبٌ كَفَّارٌ (پ۲۳ سورۂ زمر آیت۳)

اور جو لوگ ٹھہراتے ہیں ورے اللہ سے اور حمایتی، کہتے ہیں پوجتے ہیں ہم ان کو سو اسی لئے کہ نزدیک کردیں ہم کو اللہ کی طرف مرتبہ میں بے شک اللہ حکم کریگا ان میں اس چیز میں کہ اس میں اختلاف ڈالتے ہیں بے شک اللہ راہ نہیں دیتا جھوٹے ناشکرے کو۔

فائدہ مع اصلاح : یعنی جو بات سچی تھی کہ اللہ بندے کی طرف سب سے زیادہ نزدیک ہے سو اس کو چھوڑ کر جھوٹی بات بنائی کہ اوروں یعنی (بتوں) کو حمایتی ٹھہرایا اور یہ جو کچھ نعمت تھی کہ وہ محض اپنے فضل سے (اور اس کا رسول اپنے فضل سے دیتا ہے جیسا کہ کلام پاک میں فرمایا۔

اَغْنٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ (پ۱۰ التوبہ آیت ۷۴)

انہیں دولتمند کردیا اللہ اور اس کے رسول نے اپنے فضل سے

بغیر واسطے کسی کے (اور بواسطہ اپنے مقبول بندوں کے دونوں طرح) سب مرادیں پوری کرتا ہے اور سب بلائیں ٹال دیتا ہے (مسلمانوں کو وسیلہ اور واسطہ حصول مراد کیلئے ضروری ہے جیسا کہ کلام پاک میں فرمایا۔

وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ (پ۶ المائدہ آیت ۳۵)

اللہ کی طرف وسیلہ پکڑو۔

اب جواس کے خلاف کہے کہ مطلق وسیلہ کی ضرورت نہیں تو وہ اس آیت کا منکر ہے) سواس کا حق نہ پہچانا اور اس کا شکر ادانہ کیا بلکہ (مشرکین) اوروں یعنی بتوں سے چاہنے لگے پھر اس راہ میں اللہ کی نزدیکی ڈھونڈتے ہیں، سو اللہ تعالیٰ ہرگز ان کو راہ نہیں دے گا اور اس راہ سے ہرگز اس کی نزدیکی نہ پاویں گے بلکہ جوں جوں اس راہ میں چلیں گے وہ اس سے دور ہوتے جائیں گے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جوکوئی کسی دشمن خدا کو اپنا حمایتی سمجھے گو کہ یہی جان کر کہ اس کے پوجنے کے سبب سے خدا کی نزدیکی حاصل ہوتی ہے ۔(جیسا کہ کفار کا عقیدہ ہے) سووہ بھی مشرک ہے جھوٹا۔ اور اللہ کا ناشکر اور اللہ صاحب نے سورۂ مومنون میں فرمایا۔

قُلْ مَنْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ ○ (پ۱۸ سورۂ مؤمنون آیت ۸۸،۸۹)

کہہ (اے حبیب) کون ہے وہ شخص کہ اس کے ہاتھ میں تصرف ہر چیز کا اور حمایت کرتا ہے اور اس کے مقابل کوئی حمایت نہیں کرسکتا جو تم جانتے ہو سو وہی کہہ دیں گے کہ اللہ ہے (اے حبیب) کہہ پھر کہاں سے خبطی ہوتے ہو۔

فائدہ مع اصلاح :

یعنی جب کافروں سے پوچھئے کہ سارے عالم میں تصرف کس کا ہے اور اس کے مقابل کوئی حمایتی کھڑا نہ ہو سکے تو وہ بھی یہ کہہ دیں گے کہ یہ اللہ ہی کی شان ہے پھر اوروں کو ماننا محض خبط ہے (مگر اس سے بھی بت مراد ہیں اور خدا کو خدا ماننے والا

اس پر ایمان رکھتا ہے کہ " اٰمَنْتُ بِا للّٰہِ وَمَلٰئِکَتِہٖ وَ کُتُبِہٖ وَرَسُوْلِہٖ" یعنی جو خدا کو خدا مانے اس پر فرض ہے کہ نبیوں کو نبی مانے فرشتوں کو فرشتہ مانے، اللہ کی سب کتابوں پر بھی ایمان لائے جو اس کا انکار کرے وہ مسلمان نہیں) اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ صاحب نے (جن کو کفار پوجتے ہیں ان میں سے) کسی کو عالم میں تصرف کرنے کی قدرت نہیں دی اور کوئی کسی کی حمایت نہیں کرسکتا۔ مگر جو اللہ کے پیارے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُو االَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَوَھُمْ رَاکِعُوْنَ ۔(پ٦ ،سورۃ المائدہ آیت ۵۵)

یعنی اے مسلمانو! تمہارا مددگار نہیں مگر اللہ اور اس کا رسول اور وہ ایمان والے جو نماز قائم رکھتے اور زکوۃ دیتے اور وہ رکوع کرنے والے ہیں (یعنی اولیائے کرام)

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کا مددگار اللہ اور اس کا رسول اور اللہ کے بندے اولیائے کرام وغیرہ ہیں اب جو کوئی یہ عقیدہ رکھے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور نیک بندے یعنی اولیائے کرام کی مدد اور حمایت نہیں کر سکتے اور ان سے مدد مانگنا شرک بتائے وہ اس آیت کا منکر ہے۔ جاننا چاہئے کہ اوپر والی آیتوں میں کفار سے خطاب ہے اور اس آیت میں مسلمانوں سے خطاب ہے تو جو مسلمان ہیں وہ اس آیت کے اوپر بھی ایمان رکھتے ہوئے اللہ کے رسول اور نیک بندوں سے مدد طلب کرتے ہیں اور اللہ کے نبی اور ولی مسلمانوں کی حمایت اور مدد کرتے ہیں اور جن لوگوں کے دل میں عداوت ہے وہ صرف انہیں آیتوں کو مانتے ہیں جو کفار اور مشرکین کے بارے میں نازل ہوئی ہیں سچ فرمایا، اللہ تعالیٰ نے

اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْىٌ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰى اَشَدِّ الْعَذَابِ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ٥ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ٥ (پ ا۔سورۃ بقرۃ آیت ۸۵:۸۶)	تو کیا اللہ کے کلام میں کچھ حصہ مانتے ہو اور کچھ سے منکر ہو تو جو کوئی تم میں سے ایسا کرے اس کا بدلہ نہیں مگر دنیا کی زندگی میں رسوائی اور قیامت کے دن سب سے زیادہ سخت عذاب کی طرف پلٹے جائیں گے اور اللہ تمہارے کوتکوں سے غافل نہیں یہی لوگ ہیں جنہوں نے عقبیٰ بیچ کر دنیا خریدی تو ان پر سے کبھی عذاب ہلکا ہو نہ ان کو مدد پہنچے۔

یعنی کلام الٰہی میں فرض کیجئے اگر ہزار باتیں ہوں تو ان میں سے ہر ایک کی بات کا ماننا ایک اسلامی عقیدہ ہے اب اگر کوئی شخص ۹۹۹ باتیں مانے اور صرف ایک بات نہ مانے تو قرآن عظیم فرما رہا ہے کہ وہ ۹۹۹ ماننے سے مسلمان نہیں، بلکہ صرف ایک کے نہ ماننے سے کافر ہے دنیا میں اسکی رسوائی ہوگی اور آخرت میں اس پر سخت سے سخت عذاب جو ہمیشہ ہمیشہ کبھی موقوف ہونا تو کیا معنی، ایک آن کو ہلکا بھی نہ کیا جائیگا ۔والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

دیکھو اس آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

مَا لَهُمْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ	اللہ کے سوا کسی کا کوئی مددگار نہیں۔

اور دوسری آیت میں فرماتا ہے۔

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ (پ۱۰ سورۃ التوبہ آیت ۷۱) بعض مسلمان مرد اور عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے مددگار ہیں۔

دیکھو قرآن پاک نے خدا کی خاص صفت امداد کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صالحین کیلئے کیسا ثابت کیا جسے قرآن پاک جابجا فرما چکا کہ یہ اللہ کے سوا دوسرے کی صفت نہیں، یہ ہے ذاتی اور عطائی کا فرق۔ بحمد اللہ اہل سنّت دونوں قسم کی آیتوں کو مانتے اور ان پر ایمان لاتے اور ذاتی اور عطائی کا فرق جانتے ہیں اور سمجھتے ہیں، جو اس فرق کو نہ سمجھ سکا گمراہ ہو گیا جبھی تو وہ تمام آیتیں جن میں ان تمام باتوں کا ثبوت ہے جو اہل سنت کے عقائد میں داخل ہیں، نظر نہ آئیں اور یوں لکھنا شروع کر دیا۔ "اور یہ بھی معلوم ہوا کہ پیغمبر خدا کے وقت میں کافر بھی اپنے بتوں کو اللہ کے برابر نہیں جانتے تھے بلکہ اسی کی مخلوق اور اسی کا بندہ سمجھتے تھے اور ان کو اس کے مقابل کی طاقت ثابت نہیں کرتے تھے مگر یہی پکارنا اور منتیں ماننی اور نذر و نیاز کرنی اور ان کو اپنا وکیل اور سفارشی سمجھنا یہی ان کا کفر و شرک تھا سو جو کوئی کسی سے یہ معاملہ کرے گو کہ اس کو اللہ کا بندہ مخلوق ہی سمجھے سو ابو جہل اور وہ شرک میں برابر ہے۔" یہ بات قابل غور ہے کہ اگر ہندوستان کا رہنے والا کسی غیر حکومت کے مجسٹریٹ کی کچہری میں درخواست یا استغاثہ پیش کرے تو باغی قرار دیا جائے گا لیکن اگر ہندوستان کے مجسٹریٹ کی کچہری میں استغاثہ پیش کرے تو اس کی فریاد سنی جائے گی اور ہندوستان کا بادشاہ نہ تو غصہ کرے گا نہ باغیوں میں شمار کریگا کیوں اس لئے کہ غیر حکومت کے حکام بھی غیر ہیں اور ہندوستان کے حکام ہندوستان کے بادشاہ کے خود مقرر کئے ہوئے اور ہر طرح کے اختیارات دیئے ہوئے ہیں، اسی طرح ہر معاملہ کو عقل سے سوچ سمجھ سکتے ہیں

کہ کہاں کفار اوران کے جھوٹے معبود جن کو کفار عبادت کا مستحق جان کر پوجیں اور کہاں محبوبان خدا جن کو تصرفات اور اختیارات خدا نے مرحمت فرمائے تو عقلمند مسلمان ان تمام باتوں کو جانتا ہے کہ جو معاملہ کفار اپنے معبودوں کے ساتھ کرتے ہیں وہ ہر طرح خدا کی ناراضگی کا سبب ہے اور یہ شرک ہے لیکن مسلمان اللہ کے پیاروں سے جو عقیدہ رکھتے ہیں کہ ان محبوبان خدا کی پرستش نہیں کرتے بلکہ ان کا ادب، ان کی تعظیم مسلمانوں کے دل میں ہے اور وہ خدا کی خوشنودی کا سبب ہے۔ کفار کا نذر و نیاز کرنا۔ کیا وہ کفار کھانے پر اللہ کا کلام پڑھتے تھے ہر گز نہیں۔ پھر یہ کتنی جھوٹ بات ہے۔ مسلمان نذر و نیاز میں اللہ کا نام لیتے ہیں کفار جو بتوں پر چڑھاتے تھے ان پر بتوں کا نام پکارتے تھے اور مسلمان ہر چیز پر اپنے خدا کا نام لیتے ہیں اور اسی کا کلام پڑھتے اور ثواب اس کا بزرگان دین کی ارواح کو بخشتے ہیں۔ کافر اپنے بت کے پاس گیا مردود ہوا، مسلمان اپنے نبی کے پاس گیا مقبول ہوا، ایسی لاکھوں مثالیں دی جا سکتی ہیں مگر یہاں ضرورت نہیں صرف اشارات کافی ہیں۔ تفصیل انشاء اللہ آگے آئے گی۔ اب دیکھو تفویۃ الایمان کیا کہتی ہے۔

”سو سمجھنا چاہئے کہ شرک اسی پر موقوف نہیں کہ کسی کو اللہ کے برابر سمجھے اور اسکے مقابل جانے (دیکھو من گڑھنت) بلکہ شرک کے معنی یہ ہیں کہ جو چیزیں اللہ نے اپنے واسطے خاص کی ہیں اپنے بندوں کے ذمہ نشان بندگی ٹھہرائے ہیں وہ چیزیں اور کسی کے واسطے کرنی جیسے سجدہ کرنا (بشرطیکہ عبادت کی نیت سے ہو اور تعظیم کی نیت سے حرام ہوگا شرک نہ ہوگا) اور اس کے نام کا جانور کرنا بشرطیکہ ذبح کرتے وقت غیر خدا کا نام لیا جائے جیسا کہ بت پرست کرتے تھے اور اگر ذبح کرتے وقت بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَر۔ کہا تو شرک نہیں نہ اس کا گوشت کھانا حرام بلکہ حلال طیب ہے جیسا کہ آٹھویں پارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

فَکُلُوْا مِمَّا ذُکِرَ اسْمُ اللّٰہِ عَلَیْہِ اِنْ کُنْتُمْ بِاٰیٰتِہٖ مُؤْمِنِیْنَ ٥
تو کھاؤ اس میں سے جس پر اللہ کا نام لیا گیا اگر تم اس کی آیتیں مانتے ہو

(پ ۸/ سورۃ الانعام آیت ۱۱۸)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ کوئی جانور خواہ عمر بھر کسی دوسرے کے نام سے منسوب رہا ہو، مگر ذبح کیوقت اللہ کا نام لیا گیا تو وہ پاک ہے۔ جو ایسے ذبیحہ کو حرام یا شرک کہے وہ اللہ کی آیتوں کا منکر ہے۔ اور اس کی منت ماننی اور مشکل کے وقت کسی کو (معبود جان کر) پکارنا اور ہر جگہ حاضر و ناظر سمجھنا (سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے، کہ اللہ تعالیٰ کی عطا سے حضور حاضر و ناظر ہیں اور قرآن سے ثابت ہے آگے چل کر ثابت کر دیا جائیگا)۔ اور قدرت تصرف کی ثابت کرنی سوان باتوں سے شرک ثابت ہوتا ہے۔ (بشرطیکہ بالذات حاضر و ناظر جانے یا قدرت تصرف کی ثابت کرے مگر مسلمان بحمد اللہ ایک بھی ایسا عقیدہ نہیں رکھتا، بلکہ محبوبانِ خُدا کیلئے اللہ کی عطا اور دین سے مانتا ہے اور یہ ماننا عین قرآن پاک کے مطابق ہے جو انشاء اللہ آگے آئے گا) گو کہ پھر اس کو اللہ (تعالیٰ) سے چھوٹا ہی سمجھے اور اسی کی مخلوق اور اسی کا بندہ سمجھے اور اس بات میں (معاذ اللہ) اولیاء انبیاء اور (بے ادب لکھتا ہے) جن و شیطان میں بھوت پری میں کچھ فرق نہیں" حالانکہ بہت بڑا فرق ہے، کہاں مردود، کہاں مقبول، کجا دشمن خدا، کجا محبوبان خدا، جو جن و شیطان اور انبیاء علیہم السلام کو برابر مانے وہ مسلمان نہیں، اگر آپ کا یا آپ کے کسی بزرگ کا نام جن و شیطان اور بھوت پری کے ساتھ ملا کر لکھا جائے کہ آپ اور یہ برابر ہیں تو یہ کتنا ناگوار ہوگا؟ مگر اس بے ادب بیباک کو کیا کہیے خدا ہی سے فریاد ہے) یعنی جس سے یہ معاملہ کیا جائے گا خواہ انبیاء و اولیاء سے خواہ پیروں شہیدوں سے خواہ بھوت پری

سے (مسلمان کو بھوت پری سے کیا واسطہ) چنانچہ اللہ صاحب (جل جلالہ) نے جیسا بت پوجنے والوں پر غصہ کیا ہے ویسا ہی یہود و نصاریٰ پر حالانکہ وہ اولیاء و انبیاء سے یہ معاملہ کرتے تھے (کیونکہ لوگ انبیاء و اولیاء کو خدا اور خدا کا بیٹا ماننے لگے تھے) چنانچہ سورۃ برأت میں فرمایا۔

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ○ (پارہ ۱۰، التوبہ آیت ۳۱)

ٹھہرایا انہوں نے مولویوں اور درویشوں کو مالک اپنا ورے اللہ سے اور مسیح بیٹے مریم کو اور حالانکہ ان کو تو حکم یہی ہوا تھا کہ بندگی کریں مالک ایک کی نہیں کوئی مالک سوائے ایک کے سو وہ نرالا ہے ان کے شریک بتانے سے۔

فائدہ مع اصلاح : یعنی اللہ کو بڑا مالک سمجھتے ہیں اور اس سے چھوٹے مالک ٹھہراتے ہیں مولویوں اور درویشوں کو سو اس بات کا ان کو حکم نہیں ہوا اور اس سے ان پر شرک ثابت ہوتا ہے اور وہ نرالا ہے اس کا شریک کوئی نہیں ہو سکتا نہ چھوٹا نہ برابر کا بلکہ چھوٹے بڑے سب اس کے بندے عاجز ہیں عجز میں برابر۔ (یہ چھوٹے بڑے مالک اپنی طرف سے گڑھ لئے۔ آیت میں اس کا ذکر نہیں۔ بلکہ اس کا مطلب صاف یہی ہے۔ کہ اس وقت کے مشرکین نے مولویوں اور درویشوں کے کہنے سے عیسیٰ علیہ السلام کو خدا مان کر پوجنا شروع کر دیا تھا)۔ چنانچہ رب عزوجل فرماتا ہے۔

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ

(کافر ہیں وہ لوگ) جو مسیح ابن مریم

هُوَ الْمَسِیْحُ ابْنُ مَرْیَمَ۔ (پ۶ سورۃ المائدہ آیت ۱۷) کوخدا کہتے ہیں۔

اب تو معلوم ہو گیا کہ وہ مشرکین مستقل بالذات خدا مان کر پوجتے تھے۔ افسوس کہ ایسی آیتیں جو صاف مشرکین کے بارے میں نازل ہوئیں ہیں۔ مسلمانوں پر اور محبوبانِ خدا پر چسپاں کر کے مسلمانوں کو ان کے پیارے نبی اور محبوبان خدا سے کیسا بدعقیدہ بنایا جارہا ہے۔ مسلمانوں کا ہرگز یہ عقیدہ نہیں اور اگر ایمان کی پوچھتے ہو تو سنو۔ حضور کے متعلق مسلمانوں کا عقیدہ۔

قمر شق، پیڑ ساجد، شمس تابع اور حجر گویا مگر ہم باو جود اسکے نہیں کہتے خدا تم ہو

تو اب اپنے آقا مالک و مولیٰ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیارات کے بارے میں دیکھو کہ تمہارے رب عزوجل نے کیا فرمایا۔ اب دیکھیں اس سے کون انکار کرتا ہے۔ شاہ عبدالعزیز صاحب جو مولوی اسماعیل صاحب کے نسب کے چچا، شریعت کے باپ طریقت کے دادا ہیں۔ اثنا عشریہ میں لکھتے ہیں۔ توراۃ کے سفر چہارم میں ہے۔ قَالَ اللّٰہُ تَعَالیٰ لِاِ بْرَاھِیْمَ اِنَّ ھَا جَرَ تَلِدُوَ یَکُوْنُ مِنْ وَّلَدِ ھَا مِنْ یَّدِہٖ فَوْقَ الْجَمِیْعِ وَیَدُ الْجَمِیْعِ مَبْسُوْطَۃٌ اِلَیْہِ بِالْخُشُوْعِ۔ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام سے فرمایا بیشک ہاجرہ کی اولاد ہوگی اور اس کے بچوں میں وہ ہوگا جس کا ہاتھ سب پر بالا ہے اور سب کے ہاتھ اس کی طرف پھیلے ہیں۔ عاجزی اور گڑگڑانے میں وہ کون محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ قربان تیرے اے بلند ہاتھ والے، اے دو جہاں کے اجالے، حمد اس خدا کو جس نے ہمارے ہاتھ ہر لئیم بے قدر سے بچائے اور تجھ جیسے کریم رؤف و رحیم کے سامنے پھیلائے۔

اسے حمد جس نے تجھ کو ہمہ تن کرم بنایا ہمیں بھیک مانگنے کو ترا آستاں بتایا

حضور مالک ہیں ساری زمین کے اور سب امتوں کی گردنوں کے

یہ بھی شاہ عبدالعزیز صاحب تحفہ میں زبور سے نقل فرماتے ہیں۔

يَا اَحْمَدُ فَاضَتِ الرَّحْمَةِ عَلٰى	اے احمد! رحمت نے جوش مارا تیرے
شَفَتَيْكَ مِنْ اَجَلِ ذٰلِكَ	لبوں پر ہیں اس لئے تجھے برکت دیتا
اُبَارِكُكَ عَلَيْكَ فَتَقَلِهِ السَّيْفَ فَاِنَّ	ہوں تو اپنی تلوار حمائل کر کہ تیری چمک
بَهَاءَكَ وَحَمْدَكَ الْغَالِبُ ٥	اور تیری تعریف غالب ہے سب
اِلٰى قَوْلِهِ الْاُمَمُ يَخِرُّوْنَ تَحْتَكَ	امتیں تیرے قدموں میں گریں گی۔
كِتَابٌ حَقٌّ جَاءَ اللّٰهُ بِهٖ مِنَ الْيُمْنِ	سچی کتاب لایا اللہ برکت و پاکی کے
وَالتَّقْدِيْسِ مِنْ جَبَلِ فَارَانَ ط	ساتھ مکے کے پہاڑ سے۔ بھر گئی زمین
وَالصَّلَاتُ الْاَرْضُ مِنْ تَحْمِيْدِ	احمد کی حمد اور اس کی پاکی بولنے سے
اَحْمَدُ وَتَقْدِيْسِهٖ وَمَلَكَ الْاَرْضَ	احمد مالک ہوا ساری زمین اور تمام
وَرِقَابَ الْاُمَمِ ط	امتوں کی گردنوں کا۔ صلی اللہ علیہ وسلم

اے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مملوکو، حلقہ بگوشو!، خوشی وشادانی ہے۔ تمہارے لئے تمہارا مالک پیارا سراپا کرم ورحمت والا ہے یہ اس مالک حقیقی جل وعلا کی عطا اور دین ہے کہ ہمیں اس نے ایسا مالک عطا فرمایا جبھی تو اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رضی اللہ عنہ عرض کرتے ہیں۔

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب
یعنی محبوب و محبّ میں نہیں میرا تیرا

جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا مالک نہ جانے سنت کی حلاوت نہ پائے۔

انہیں آیات اور ارشادِ ربانی کی بنا پر امام عارف باللہ سیدی سہل بن عبداللہ تستری، پھر امام اجل قاضی عیاض شفاء شریف میں، پھر امام احمد قسطلانی مواہب لدنیہ میں، پھر علامہ شہاب الدین خفاجی مصری نسیم الریاض میں، پھر علامہ محمد عبدالباقی زرقانی شرح مواہب میں، شرحاً وتفسیراً فرماتے ہیں۔

مَنْ لَّمْ يَرَوَلَايَةَ الرَّسُوْلِ عَلَيْهِ فِيْ جَمِيْعِ اَحْوَالِهٖ وَيَرَ نَفْسَهٗ فِيْ مُلْكِهٖ لَا يَذُوْقُ حَلَاوَةَ سُنَّتِهٖ۔

جو ہر حال میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا ولی اور مالک اور اپنے آپ کو حضور کی ملک نہ جانے وہ سنت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حلاوت سے بالکل خبردار نہ ہوگا۔

یہی وجہ ہے کہ حضور سے اپنا رشتہ الفت اور محبت کا اور مملوکیت کا منقطع کرنے والے ایسے اندھے ہو گئے کہ ان کو قرآن شریف تو رات وزبور کی آیتیں نہ سوجھیں اور ایسا عقیدہ رکھنے والوں کو مشرک کہدیا۔ مسلمانوں ہوشیار خبردار، دوست دشمن کو پہچانو۔ کہ کون اللہ ورسول کے کلام پر ایمان رکھتا ہے اور کون توحید کی آڑ میں تمہارے دین وایمان کو برباد کر رہا ہے، ہمارا کام بتانا اور سمجھانا اور حق وناحق سے آگاہ کر دینا ہے۔ جو مانے گا نجات پائے گا ورنہ اپنے پاؤں سے دوزخ میں جائے گا کسی کا کیا بگاڑے گا مگر یہ یاد رہے کہ اب کسی کو بارگاہ الٰہی میں یہ عذر کرنے کا موقع نہ رہا کہ ہم کو خبر نہ تھی، ہم تو جاہل تھے، ناواقف تھے، تقویۃ الایمان میں تیرے ہی کلام پاک کی آیتیں لکھ لکھ کر اسماعیل نے جیسا سمجھا دیا اور بتا دیا تھا وہی ہم نے مان لیا تھا۔ ہرگز ہرگز اب یہ عذر نہ مانا جائے گا، بلکہ اب حجت تمام ہو چکی۔ اللہ تعالیٰ توفیق دے۔ آمین۔

شاگرد کی عرض استاد کی خدمت میں

غلام دستگیر اور دیگر حاضرین اس مضمون کو سن کر مست و بے خود ہو کر اپنے مالک ومختار سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھتے ہیں۔ صَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَآلِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَلَاۃً وَّسَلَامًا عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ۔ پھر شاگرد استاد کی خدمت میں عرض کرتا ہے۔

شاگرد: حضور جب سے یہ عبارت تقویۃ الایمان میں نے پڑھی کہ کوئی اپنے بیٹے کا نام عبد النبی رکھتا ہے۔ کوئی علی بخش، کوئی حسین بخش، کوئی پیر بخش، کوئی مدار بخش، کوئی سالار بخش، کوئی غلام محی الدین، کوئی غلام معین الدین وغیرہ اس قسم کے نام رکھنا شرک بتایا تو اس کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ جنہوں نے ایسے نام رکھے وہ سب مشرک اور جو لوگ ان ناموں سے پکارے جائیں وہ مشرک اور جتنے لوگ یہ نام لیکر پکاریں وہ بھی مشرک تو اب دنیا میں کون مسلمان رہ گیا۔ الحمد للہ کہ آج تورایت اور زبور کی اور قرآن پاک کی وہ آیتیں سنیں کہ جن سے ایمان تازہ ہو گیا اور خوب سمجھ آ گیا کہ واقعی مولوی اسماعیل کو اللہ و رسول جل وعلا و صلی اللہ علیہ وسلم کی بالکل محبت نہیں نہ قرآن و حدیث پر ان کا ایمان ہے بلکہ توحید کی آڑ میں کوئی خاص دنیاوی مقصد حاصل کرنا چاہتے تھے۔ اور ساری دنیا کے مسلمانوں کو ہمارے مالک و مولیٰ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور محبوبان خدا اولیائے کرام اور تمام بزرگان دین سے بدعقیدہ بنا کر جہنم میں دھکیلنا چاہتے تھے۔ اب مجھے یا کسی مسلمان کو ان آیتوں کے سننے کے بعد اس بات کے سمجھنے میں کیا دشواری باقی رہ گئی کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ عزوجل نے ہماری جانوں اور گردنوں کا مالک فرمایا اور یہ بھی فرمایا کہ تمام مخلوق کے ہاتھ عاجزی اور گڑگڑانے میں اس پیارے کے سامنے پھیلے

ہوئے ہیں تو ظاہر ہے کہ جب کوئی کسی کے سامنے عاجزی کے ساتھ گڑگڑا کر ہاتھ پھیلاتا ہے تو اپنی حاجتوں اور مرادوں ہی کیلئے پھیلاتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ سارے جہاں کے حضور مالک ہیں اور ہم سب حضور کے مملوک ہیں (یعنی بندے اور غلام ہیں) اور یہ بھی خوب سمجھ میں آگیا کہ جب نسبت غلامی اور بندگی کی اللہ تعالیٰ کی طرف کی جائے گی تو اللہ تعالیٰ کا مالک حقیقی ہونا مراد ہوگا اور ہمارا حقیقی بندہ ہونا اور جب حضور کی طرف بندہ یا غلامی کی نسبت کی جائے گی تو اس سے حضور کا مجازی مالک ہونا اور ہم سب کا مجازاً بندہ اور غلام ہونا مراد ہوگا۔

استاد : شاباش خوب سمجھے مولیٰ تعالیٰ جل وعلا ہر مسلمان کو ایسی ہی سمجھنے کی توفیق بخشے۔

چوتھا سبق

استاد : یہ تو سب کو معلوم ہو گیا کہ حضور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہماری جان و مال کے مالک ہیں۔ اب میں تمہارے اطمینان کیلئے اور چند آیات قرآنی اسی مضمون کی بیان کرتا ہوں۔

پہلی آیت :

قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ۔ (پ ۲۴ سورۃ زمر آیت ۵۳)

آپ فرما دیجئے اے میرے گنہگار بندو اللہ کی رحمت سے ناامید مت ہو یعنی اے حبیب آپ اپنے تمام بندوں سے فرما دیجئے جنہوں نے گناہ کئے ہیں کہ اللہ کی رحمت سے امید لگی رکھیں۔

جناب حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رسالہ شمائم امدادیہ ص ۱۳۵ ترجمہ نفحات مکیہ میں

فرماتے ہیں۔ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم واصل بحق ہیں (اسلئے) عباداللہ کو عبادالنبی (یعنی نبی کا بندہ) کہہ سکتے ہیں (پھر یہی آیت لکھ کر آگے لکھتے ہیں) مرجع ضمیر متکلم کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، یعنی اس آیت کے یہی معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب سے فرماتا ہے۔ کہ آپ اپنے بندوں سے کہہ دیجئے، اور مولوی اشرفعلی تھانوی اسی کتاب کے حاشیہ پر لکھتے ہیں کہ قرینہ بھی انہیں معنی کا ہے۔ (کیونکہ) آگے فرماتا ہے۔ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰه۔ اگر مرجع اس کا اللہ ہوتا تو فرماتا من رحمتی۔ تاکہ مناسبت عبادت ہوتی۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا مستحق وہی ہے جو بندہ اور غلام ہو چکا ہو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا۔

دوسری آیت : اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَ اَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ (پ۱۸ سورۃ النور آیت ۳۲)

تم میں عورتیں بے شوہر ہوں ان کے نکاح کردو اور تمہارے بندوں اور تمہاری باندیوں میں جو نیک ہوں۔

اس آیت کریمہ نے تو بات صاف فرمادی کہ زید و بکر کے غلاموں کو ان کا عبد یعنی بندہ فرمایا۔ مگر اندھوں کا کیا علاج۔

اب حدیث : سنئے صحاح میں ہے۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ عَلَى الْمُسْلِمِ فِیْ عَبْدِهٖ وَلَا فَرَسِهٖ صَدَقَةٌ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ مسلمانوں پر اس کے بندے اور گھوڑے میں زکوٰۃ نہیں۔

ان آیتوں اور حدیث سے معلوم ہوا کہ جو عبدالنبی یا غلام رسول یا اسی قسم کے

ناموں کوشرک کہے وہ قرآن وحدیث پر ایمان نہیں رکھتا۔ اس پیارے محبوب سے عداوت رکھنے نے مولوی اسماعیل کوکہیں کا نہ رکھا۔ اور سنئے حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا کا نام عبدالمطلب تھا۔ اوراسی نام سے آپ رجز پڑھتے۔ ''اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِبْ اَنَا بْنُ عَبْدُ الْمُطَّلِبْ''۔ میں نبی ہوں جھوٹ نہ بولوں گا، میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔۔۔ حالانکہ مطلب اللہ کا نام نہیں، اگر غیر کی طرف عبد کی نسبت شرک ہوتی تو حضور کیوں فرماتے اللہ تعالیٰ کیوں فرماتا۔ اب سنئے صحابہ کرام کا قول کہ اس بارے میں کیا فرماتے ہیں۔

امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اپنے آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بندہ کہتے ہیں

آپ نے تمام صحابہ کرام کے مجمع میں اعلانیہ برسر منبر فرمایا۔

کُنْتُ عَبْدُہٗ وَ خَادِمُہٗ یعنی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بندہ اور خادم تھا۔

❁ شاہ ولی اللہ صاحب نے اس روایت کو''ازالۃ الخلفاء'' میں بحوالہ ابوحنیفہ نقل فرمایا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خریداری بلال کے قصہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرتے ہیں۔ جس کو مولانا روم علیہ الرحمۃ نے مثنوی شریف میں نقل کیا۔

؎ گفت مادو بندگان کوئے تو کردمش آزاد من بروئے تو

یعنی ہم دونوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آستانے کے بندے ہیں اور میں حضور کی طرف سے بلال کو آزاد کرتا ہوں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی اپنے کو حضور کا بندہ کہتے ہیں

﴿﴾ علامہ طحطاوی سے اعلام الاخبار میں منقول ہے۔

قَالَ عَلِیُّ اَنَا عَبْدُ مَّنْ عَلَّمْنِی حَرْفًا اِنْ شَبَاءَ بَاعَ وَاِنْ شَاءَ اَعْتَقَ

یعنی علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں اس کا بندہ ہوں جس نے مجھے ایک کلمہ سکھایا وہ چاہے مجھکو بیچے چاہے مجھکو آزاد کرے۔

یہ قول حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ہے کہ سب کچھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھا کہ میں حضور کا بندہ ہوں، حضور میرے مالک ہیں چاہیں مجھے بیچیں چاہے آزاد کریں اور سنئے۔

﴿﴾ مصنف فتاویٰ درمختار کے استاد کا نام عبدالنبی تھا۔

نبی بخش، عطا رسول، علی بخش وغیرہا نام رکھنا بھی شرک نہیں

﴿﴾ جبریل علیہ السلام نے مریم سے کہا۔

لِاَهَبَ لَكِ غُلَامًا زَكِيًّا۔

میں عطا کروں تجھے ستھرا بیٹا۔

(پ۱۶ سورۃ مریم آیت ۱۹)

اسے قرآن پاک نے نقل فرمایا۔ اللہ اللہ! اب تو جبریل بیٹا دے رہے ہیں۔ بھلا تفویۃ الایمان کے لکھنے والے کے نزدیک اس سے بڑھ کر اور کیا شرک ہوگا۔

وَلَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ.

دیکھو تو قرآن کریم عیسیٰ علیہ السلام کو جبریل بخش بتا رہا ہے۔ جن لوگوں نے قرآن وحدیث کو چھوڑ کر تفویۃ الایمان کو اپنا قرآن سمجھ رکھا ہے ہر ایک بات کو تفویۃ الایمان میں پڑھ پڑھ کر شرک کہد یا کرتے ہیں۔ اگر وہ اب تک ناواقف تھے۔ تو

اب توبہ کر کے سچے پکے سنی صحیح العقیدہ بن جائیں اور پرائے پیچھے اپنی عاقبت نہ بگاڑیں۔ ورنہ یادرکھیں یہ شرک کا وبال انہیں کے سر پڑیگا ہر شخص کو چاہئے کہ قرآن وحدیث پر ایمان رکھے کسی مولوی یا درویش کے لکھنے پر عمل نہ کرے جیسا کہ آجکل کے اکثر لوگوں نے مالک حقیقی کو چھوڑ کر مولوی اسماعیل کو اپنے دین وایمان کا مالک بنالیا ہے اور قرآن وحدیث کے بجائے تفویۃ الایمان کے لکھے پر عمل کرتے ہیں۔ جیسا کہ اسماعیل صاحب۔ (ف) بنا کر فائدہ لکھتے ہیں یعنی اللہ کو بڑا مالک سمجھتے ہیں اور اس سے چھوٹے مالک اور ٹھہراتے ہیں۔ مولویوں اور درویشوں کو، سو اس بات کا ان کو حکم نہیں ہوا اور اس سے ان پر شرک ثابت ہوتا ہے۔ اور وہ نرالا ہے اس کا شریک کوئی نہیں ہو سکتا نہ چھوٹا نہ برابر کا بلکہ چھوٹے بڑے سب اس کے بندے عاجز ہیں عجز میں برابر۔ (مگر یہ صرف مولوی اسماعیل صاحب کے ماننے والوں کیلئے ہے ہم مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ مجازاً بادشاہ کو بھی مالک کہا جا سکتا ہے جیسا کہ کلام پاک میں فرمایا۔

اِنِّیْ وَجَدْتُّ امْرَاَةً تَمْلِكُهُمْ وَاُوْتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَیْءٍ وَّلَهَا عَرْشٌ عَظِيْمٌ (پ۱۹، سورۃ نمل آیت ۲۳)

(ہدہد نے ملکہ سبا سے آکر سیدنا سلیمان علیہ السلام سے عرض کی) میں نے ایک عورت پائی کہ وہ انکی مالک ہے اور اسے سب کچھ دیا گیا ہے اور اس کا بڑا تخت ہے۔

یہاں قرآن بادشاہ کو رعایا کا مالک فرمارہا ہے تو رعایا کے لوگ سب اس کے مملوک ہوئے تو اگر کوئی محبوبان خدا کو اپنا مالک اور اپنے کو ان کا بندہ کہے تو عین قرآن وحدیث کے مطابق ہے۔ مسلمان کا ایمان تو قرآن وحدیث پر ہونا چاہئے جو قرآن وحدیث کے خلاف اپنی طرف سے کہے وہ مسلمان ہی نہیں رہا جو اس کی بات مانی جائے۔

پانچ آیتیں کہ حضور کو اپنا رب کہنا شرک نہیں جبکہ مجاز مراد ہو

پہلی آیت: جیسا کہ یوسف علیہ السلام نے فرمایا۔ اور اس قول کو قرآن پاک نے نقل کیا۔

اِنَّہٗ رَبِّیۡۤ اَحۡسَنَ مَثۡوَایَ (پ۱۲ سورۃ یوسف آیت ۲۳)۔

بیشک عزیز مصر میرا رب ہے اس نے مجھے اچھی طرح رکھا۔

دوسری آیت:

اَمَّاۤ اَحَدُ کُمَا فَیَسۡقِیۡ رَبَّہٗ خَمۡرًا۔ (پ۱۲ سورۃ یوسف آیت ۴۱)

اے زندان کے ساتھیو تم میں ایک تو اپنے رب کو شراب پلائے گا۔

تیسری آیت:

وَقَالَ لِلَّذِیۡ ظَنَّ اَنَّہٗ نَاجٍ مِّنۡہُمَا اذۡکُرۡنِیۡ عِنۡدَ رَبِّکَ (پ۱۲ سورۃ یوسف آیت ۴۲)

اور یوسف علیہ السلام نے کہا اس سے جسے ان دونوں میں چھٹکارا پاتا سمجھا کہ اپنے رب (یعنی بادشاہ مصر کے سامنے میرا چرچا کیجیو)

چوتھی آیت: اس پر مولیٰ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے۔

فَاَنۡسٰہُ الشَّیۡطٰنُ ذِکۡرَ رَبِّہٖ (پ۱۲ سورۃ یوسف، آیت ۴۲)۔

تو اسے بھلا دیا شیطان نے اپنے رب سے، بادشاہ مصر کے آگے یوسف کا ذکر کرنا۔

☆☆☆☆☆☆☆

پانچویں آیت:

قَالَ ارْجِعْ اِلٰی رَبِّکَ فَسْئَلْهُ مَابَالُ النِّسْوَةِ الَّتِیْ قَطَّعْنَ اَیْدِیَهُنَّ (پ۱۲سورۃ یوسف، آیت ۵۰)

یوسف نے کہا پلٹ جا اپنے رب کے پاس سو اس سے پوچھ کیا حال ہے ان عورتوں کا جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹے تھے۔

سبحان اللہ۔ بادشاہ کو تو مجازی پرورش کے باعث اس کا رب، تیرا رب، میرا رب کہنا صحیح ہو اور اللہ تعالیٰ بھی فرمائے اللہ کے رسول یعنی یوسف علیہ السلام فرمائیں تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مجازاً مالک اور خود کو بندہ اور غلام کہنا کیسے شرک ہوگا۔ یقیناً درست وصحیح اور بالکل قرآن کے مطابق ہے جو اس کو شرک کہے وہ مسلمان نہیں۔ رب کے معنی ہیں پالنے والا۔ پرورش کرنے والا۔ غور تو کرو کہ بڑے بڑے محکموں میں لوگ جب نوکری کی درخواست وغیرہ دیتے ہیں تو سب سے پہلے سرخی لکھتے ہیں۔ غریب پرور سلامت۔ پھر بعد میں جو کچھ مقصد ہوتا ہے لکھا جاتا ہے اگر یہ شرک ہو تو دنیا میں مسلمان کون رہے گا۔ مولیٰ تعالیٰ ہدایت دے۔ آمین۔ کہنا یہ ہے کہ تفویۃ الایمان میں یہ تمام آیتیں جو لکھی ہیں وہ کسی طرح مسلمانوں پر چسپاں نہیں ہوتیں، وہ سب مشرکین کے بارے میں ہیں۔ اور آگے لکھتے ہیں۔

عبارت تفویۃ الایمان..... چنانچہ سورۃ مریم میں فرمایا۔

اِنْ کُلُّ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّآ اٰتِی الرَّحْمٰنِ عَبْدًا ○ لَقَدْ اَحْصٰهُمْ وَعَدَّهُمْ عَدًّا ○ وَکُلُّهُمْ اٰتِیْهِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ

جتنے لوگ ہیں آسمان وزمین میں سو آنے والے ہیں رحمان کے سامنے بندے ہو کر۔ اور بیشک قابو میں کر رکھا ہے ان کو اور گن رکھا ہے ان کو ایک

فَرْدًاO (پ۱۶، سورۃ مریم آیت ۹۳) ایک اور ہر کوئی ان میں سے آنے والا ہے اس کے سامنے قیامت کے دن اکیلا اکیلا۔

فائدہ: یعنی کوئی فرشتہ اور آدمی غلامی سے زیادہ رتبہ نہیں رکھتا اور اس کے قبضے میں عاجز ہے کچھ قدرت نہیں رکھتا اور وہ ایک ایک میں آپ ہی تصرف کرتا ہے کسی کے قابو میں نہیں دیتا اور ہر کوئی معاملہ میں اس کے روبرو اکیلا حاضر ہونے والا ہے کوئی کسی کا وکیل وحمایتی نہ بننے والا۔

آہ! افسوس یہ ظالم کلام پاک کی آیتیں لکھ کر ترجمہ کچھ کرتا ہے، اور ''ف'' لکھ کر فائدہ میں اپنی طرف سے گندہ بروزہ ملا کر پیارے مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی شان وعزت پر کیسے پردے ڈالتا ہے کہ وہاں کوئی کسی کا حمایتی اور وکیل نہیں بن سکتا اور کوئی آدمی غلامی سے زیادہ رتبہ نہیں رکھتا حالانکہ یہ جملے آیت میں نہیں۔ بلکہ حدیث وقرآن کے مخالف ہیں۔ دیکھو اللہ عزوجل کلام پاک میں فرماتا ہے۔

عَسٰٓی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ۔(پ۱۵ سورۃ اسراء آیت ۷۹) اے حبیب قریب ہے کہ تیرا رب تجھ کو بھیجے گا تعریف کے مقام میں یعنی جہاں اگلے پچھلے سب جمع ہوں گے اور حضور کی حمد وثنا کا شور ہر زبان سے بلند ہوگا۔

مفسرین فرماتے ہیں۔ کہ مقام محمود، مقام شفاعت ہے کہ اس دن شفاعت کا سہرا آپ ہی کے سر رہے گا اور سب انبیاء علیہم السلام نفسی نفسی فرما رہے ہوں گے چنانچہ حدیث صحیح بخاری وجامع ترمذی میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔

قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهُ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمَقَامِ الْمَحْمُوْدِ فَقَالَ هُوَ الشَّفَاعَةُ۔

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سوال ہوا کہ مقام محمود کیا ہے ارشاد فرمایا شفاعت

دوسری حدیث دارمی اور ترمذی بافادہ تحسین ابو یعلی اور بیہقی وابونعیم، انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

اَنَا اَوَّلُ النَّاسِ خُرُوْجًا اِذَا بُعِثُوْا وَاَنَا قَائِدُهُمْ اِذَا وَفَدُوْا وَاَنَا خَطِيْبُهُمْ اِذَا اَنْصِتُوْا وَاَنَا مُسْتَشْفِعُهُمْ اِذَا حُبِسُوْا وَاَنَا مُبَشِّرُهُمْ اِذَا يَئِسُوْا الْكَرَامَةُ وَالْمَفَاتِيْحُ يَوْمَئِذٍ بِيَدِيْ وَلِوَاءُ الْحَمْدِ يَوْمَئِذٍ بِيَدِيْ اَنَا اَكْرَمُ وُلْدِ اٰدَمَ عَلٰى رَبِّيْ يَطُوْفُ عَلَىَّ اَلْفُ خَادِمٍ كَاَنَّهُمْ بَيْضٌ مَّكْنُوْنٌ وَلُؤْلُؤٌ مَّنْثُوْرٌ۔

میں سب سے پہلے باہر تشریف لاؤں گا جب لوگ قبروں سے اٹھیں گے اور میں سب کا پیشوا ہوں گا جب اللہ کے حضور چلیں گے اور میں ان کا خطیب ہوں گا جب وہ دم بخود رہ جائیں گے اور میں ان کا شفیع ہوں گا۔ جب عرصہ محشر میں روکے جائیں گے اور میں انہیں بشارت دوں گا جب وہ ناامید ہو جائیں گے عزت اور خزائن رحمت کی کنجیاں اس دن میرے ہاتھ ہوں گی اور لواء الحمد اس دن میرے ہاتھ میں ہوگا۔ میں تمام آدمیوں سے زیادہ اپنے رب کے نزدیک اعزاز رکھتا ہوں، میرے گرد و پیش ہزار ہزار خادم دوڑتے ہوں گے گویا وہ انڈے ہیں

حفاظت سے رکھے یا موتی ہیں
بکھرے ہوئے۔

اب تو معلوم ہوا کہ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قیامت کے دن ہم سب کے حمایتی اور شفیع، وکیل ہیں اور عزت و رحمت کے خزانوں کی کنجیاں جب حضور کے دست مبارک میں ہوں گی تو اس مالک حقیقی کی طرف سے کیا کیا اختیارات حضور کو حاصل ہوں گے جو ہمارے تمہارے وہم وگمان میں بھی نہیں آسکتے۔ ان مضمونوں کی حدیثیں اور آیتیں قرآن میں اور بھی سینکڑوں ہیں۔ جس نے ان دو چار حدیثوں اور آیتوں کے بھی معنی سمجھ لئے وہ شرک، توحید کے ساتھ ساتھ انبیاء علیہم السلام خصوصاً سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہم وسلم کے اختیارات وتصرفات اور کمالات، عزت و وجاہت، محبوبیت وشفاعت وغیرہ، کے مضمون سے خبردار ہو گیا

اب اس کے آگے مولوی اسماعیل لکھتے ہیں۔

''اب یہ تحقیق کی چاہئے کہ اللہ صاحب (جل جلالہ) نے کون کون سی چیزیں اپنے واسطے خاص کر رکھی ہیں کہ اس میں کسی کو شریک نہ کیا چاہئے''۔ مگر اللہ تعالیٰ نے جو کمال وخوبی کی صفتیں اپنے محبوبوں کو عطا فرمائی ہیں۔ ان پر اعتقاد ضروری ہے۔ جس طرح ذاتی کوئی صفت کسی کے لئے ماننا شرک ہے۔ اسی طرح محبوبان خدا کی عطائی صفات اور کمالات جو قرآن وحدیث سے ثابت ہیں نہ ماننا کفر ہے۔ اب یہ دیکھنا ہے کہ جتنی باتیں یہاں آگے لکھی گئی ہیں۔ لکھنے والے کو یہ بھی خبر ہے کہ یہ تمام صفات اللہ کی عطا و دین سے محبوبان خدا کیلئے ثابت ہیں۔ قرآن وحدیث اس قسم کے بیانات سے مالا مال ہے۔ سو اول بات یہ کہ ہر جگہ حاضر وناظر رہنا اور ہر چیز کی خبر ہر وقت برابر رکھنی دور ہو یا نزدیک، چھپی ہو یا کھلی۔ اندھیرے میں ہو یا اجالے

میں، آسمان میں ہو یا زمین میں پہاڑوں کی چوٹی پر ہو یا سمندر کی تہہ میں، یہ اللہ کی شان ہے اور کسی (بھوت و پری یا جن و شیطان) کی یہ شان نہیں سو جو کوئی کسی کا نام اٹھتے بیٹھتے لیا کرے اور دور و نزدیک سے پکارا کرے اور بلا کے مقابلہ میں دھائی دیوے اور دشمن پر اس کا نام لیکر حملہ کرے اور اس کے نام کا ختم پڑھے یا شغل کرے یا اس کی سورت کا خیال باندھے اور یوں سمجھے کہ جب میں اس کا نام لیتا ہوں زبان سے یا دل سے یا اسکی صورت کا یا اس کی قبر کا خیال باندھتا ہوں وہیں اسکو خبر ہو جاتی یا اس سے میری کوئی بات چھپی نہیں رہ سکتی۔ اور جو مجھ پر احوال گزرتے ہیں۔ جیسے بیماری و تندرستی و کشائش، تنگی مرنا و جینا، غم و خوشی سب کی اسے ہر وقت خبر ہے۔ اور جو بات میرے منہ سے نکلتی ہے وہ سب سن لیتا ہے اور جو خیال و وہم میرے دل میں گزرتا ہے وہ سب سے واقف ہے۔ سو ان باتوں سے مشرک ہو جاتا ہے۔

''اور اس قسم کی باتیں شرک ہیں اس کو اشراک فی العلم کہتے ہیں یعنی اللہ کا سا علم اور کو ثابت کرنا سو اس عقیدے سے آدمی البتہ مشرک ہو جاتا ہے۔''

الحمدللہ دنیا میں ایک بھی مسلمان اللہ کا سا علم یا صفت کسی کیلئے ثابت نہیں کرتا نہ ایسا ناپاک عقیدہ رکھتا ہے بلکہ جو کچھ بھی اعتقاد رکھتا ہے وہ سب اللہ کی عطا سے اور اس کے بتائے سے اور ایسا عقیدہ رکھنا انبیاء علیہم السلام کیلئے اور دیگر محبوبان خدا کیلئے ہرگز شرک نہیں، مگر مولوی اسماعیل صاحب عطائی کمالات ماننے کو بھی شرک بتا رہے ہیں۔ (لکھتے ہیں) خواہ یہ عقیدہ انبیاء و اولیاء سے رکھے، خواہ پیر و شہید سے رکھے خواہ امام و امام زادے سے، خواہ بھوت و پری سے، پھر خواہ یوں سمجھے کہ یہ بات ان کو اپنی ذات سے حاصل ہے خواہ اللہ کے دینے سے غرض اس عقیدے سے ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے۔

اصلاح قابل غور

یہ ڈبل لائن کھچی ہوئی عبارت کہ اللہ کے دیئے سے اعتقاد رکھنے کو شرک کہا بالکل قرآن وحدیث کے خلاف ہے عطائی کمالات کو شرک کہنے کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ معاذ اللہ۔ اللہ تعالیٰ کے کمالات بھی عطائی ہیں۔ سو جو کوئی اللہ تعالیٰ کے کمالات عطائی مانے یا ثابت کرے وہ مسلمان نہیں۔

شاگرد: حضور اس بات کو اور خلاصہ کر کے سمجھا دیجئے۔ کیا مولوی اسماعیل صاحب کی اس عبارت سے اللہ تعالیٰ کے علوم اور کمالات بھی عطائی ثابت ہوتے ہیں۔

استاد : تعجب ہے کہ تم کو اس بات کے سمجھنے میں ابھی تک پس وپیش ہے۔ اچھا لو سمجھو، دیکھو اوپر کی عبارت جس پر لائن کھینچ کر (۱) بنا دیا گیا ہے اور اسے غور سے پڑھو۔ اور نیچے کی عبارت جس پر ڈبل لائن کھینچ کر (۲) بنا دیا ہے یعنی نمبر ۱، اللہ کا سا علم اور کو ثابت کرنا شرک ہے، نمبر ۲، پھر خواہ یوں سمجھے کہ یہ بات ان کو اپنی ذات سے حاصل ہے خواہ اللہ کے دینے سے یہ عقیدہ رکھے تو بھی شرک ثابت ہے، اب تم خود بتاؤ جب اللہ کا سا علم اور کو ثابت کرنا شرک ہے اور واقعی شرک ہے مگر یہ کہنا کہ خواہ اللہ کے دینے سے عقیدہ رکھے تو بھی شرک ثابت ہوتا ہے تو اس کا مطلب صاف یہ ہوا کہ ان کے نزدیک اللہ کا علم بھی کسی کا دیا ہوا ہے تو اب کسی نبی، ولی، پیر، شہید وغیرہ کیلئے عطائی علوم وکمالات ماننے کو شرک کہنا اللہ تعالیٰ کے علوم وکمالات کو عطائی ماننا ہوا کہ نہیں۔ شاگرد یہ آخری جملے سنکر چونک پڑا اور کہنے لگا۔

شاگرد : واقعی اب میری سمجھ میں خوب آ گیا کہ توحید کا فقط پردہ ہے ورنہ ان سے اور توحید سے کوئی واسطہ نہیں، مشرکین اور ان کے جھوٹے معبودوں کیلئے جو چاہتے لکھتے کہ ان سے ذرہ برابر بھی واسطہ عقیدتمندی کا یقیناً کفر وشرک ہے

جیسا کہ آیات واحادیث سے ثابت ہوتا ہے۔ مگر محبوبان خدا کی شان گھٹانے کیلئے اور خدا کے دیئے ہوئے کمالات پر پردہ ڈالنے کیلئے جو توحید کی آڑ پکڑی ہے اس کی قلعی اس عبارت سے کھل گئی کہ مولوی اسماعیل صاحب توحید نہیں سکھا رہے ہیں۔ بلکہ حقیقت میں خدا ہی سے بدعقیدہ بنا رہے ہیں، معلوم نہیں کہ انہوں نے خدا کو کیا سمجھ رکھا ہے۔

استاد : دیکھو مولوی اسماعیل آگے کیا لکھتے ہیں۔

عبارت تقویۃ الایمان (دوسری بات یہ ہے کہ عالم میں ارادہ سے تصرف کرنا اور حکم جاری کرنا اور اپنی خواہش سے مارنا، روزی کی کشائش اور تنگی کرنی اور تندرست اور بیمار کر دینا فتح وشکست دینی۔ اقبال داد بار دینا، مرادیں پوری کرنی حاجتیں برلانی، بلائیں ٹالنی، مشکل میں دستگیری کرنی، برے وقت میں پہنچنا، اور یہ سب اللہ ہی کی شان ہے اور کسی انبیاء اولیاء پیر شہید کی بھوت پری کی یہ شان نہیں جو کوئی کسی کو ایسا تصرف (یعنی اللہ کا سا) ثابت کرے اور اس سے مرادیں مانگے اور اس توقع پر نذر و نیاز کرے اور اس کی منتیں مانے اور اس کو مصیبت کے وقت پکارے (یہ اعتقاد رکھتے ہوئے کہ یہ جو کچھ بھی میری امداد کریں گے وہ اپنی ذات اور محض اپنے ارادے سے کریں گے یہ صفت خدا کی دی ہوئی نہیں ہے بلکہ انہیں خود حاصل ہے جیسا کہ مشرکین کا اپنے بتوں پر اعتقاد تھا اور ہے) سو وہ مشرک ہو جاتا ہے اور اس کو اشراک فی التصرف کہتے ہیں یعنی اللہ کا سا تصرف کرنا محض شرک ہے۔ پھر خواہ یوں سمجھے کہ ان کاموں کی طاقت ان کو خود بخود حاصل ہے۔ خواہ یوں سمجھے کہ اللہ نے ان کو ایسی قدرت بخشی ہے ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے۔ (یہ لائن کھی ہوئی عبارت محبوبان خدا کیلئے بالکل قرآن پاک کے خلاف ہے اور آیتیں اور

حدیثیں بکثرت ہیں جن سے ثابت کہ محبوبان خدا کو تصرف کی قدرت اللہ نے عطا فرمائی ہے۔ جو عنقریب ذکر کی جائے گی) یہاں صرف ایک آیت جو تمام دنیا کے کاروبار پر تصرف کرنے کو ملائکہ کیلئے ثابت کر رہی ہے لکھی جاتی ہے۔

وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا o وَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا o وَّالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا o فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا o فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا o (پارہ ۳۰ سورۃ النازعات آیت ۱تا۵)

قسم ہے ان فرشتوں کی جو کافروں کی جان سختی سے نکالتے ہیں اور جو مسلمان کی آسانی سے نکالتے ہیں گویا ان کا بند کھولدیتے ہیں اور جو تیرتے ہوئے چلتے ہیں پھر تیزی کے ساتھ دوڑتے ہیں پھر ہر امر کی تدبیر کرتے ہیں۔

دیکھو۔ کسقدر تصرفات فرشتوں کیلئے ثابت ہیں اور بالکل کھلی ہوئی عبارت ہے پھر یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ نے عالم میں کسی کو تصرف کرنے کی قدرت نہیں دی، قرآن پاک کیخلاف ہے۔ اور اس پر اعتقاد رکھنے کو شرک کہنا اس سے آیہ کریمہ کا انکار ثابت ہوتا ہے اور اللہ کی آیتوں میں سے ایک آیت کا بھی انکار کرنے والا مسلمان نہیں، اللہ تعالیٰ نور ایمان بخشے۔ آمین۔

آگے تفویۃ الایمان میں لکھتے ہیں۔ تیسری بات یہ ہے کہ بعض کام تعظیم کے اللہ نے اپنے لئے خاص کئے ہیں کہ ان کو عبادت کہتے ہیں جیسے سجدہ اور رکوع اور ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا اور اس کے نام پر مال خرچ کرنا اور اس کے نام کا روزہ اور اس کے گھر کی طرف دور دور سے قصد کر کے سفر کرنا اور ایسی صورت بنا کر چلنا کہ ہر کوئی جان لے کہ یہ لوگ اس کے گھر کی زیارت کو جاتے ہیں۔ اور راستے میں اس مالک کا نام پکارنا اور نامعقول باتیں کرنے سے اور شکار سے بچنا اور اسی قید سے جا کر

طواف کرنا اور اس کے گھر کی طرف سجدہ کرنا اور اسکی طرف جانور لیجانے اور وہاں منتیں ماننی اور اس پر غلاف ڈالنا اور اس کی چوکھٹ کے آگے کھڑے ہو کر دعا مانگنی اور التجا کرنی اور دین و دنیا کی مرادیں مانگنی اور اس کے گرد روشنی کرنی اور اس کا مجاور بن کر اس کی خدمت میں مشغول رہنا جیسے جھاڑو دینی اور روشنی کرنی، فرش بچھانا پانی پلانا، وضو و غسل کا لوگوں کیلئے سامان درست کرنا اور اس کے کنوئیں کے پانی کو تبرک سمجھ کر پینا، بدن پر پانی ڈالنا، آپس میں بانٹنا، غائبوں کے واسطے لیجانا، رخصت کے وقت الٹے پاؤں چلنا، اس کے گرد و پیش کے جنگل کا ادب کرنا، یعنی وہاں شکار نہ کرنا، درخت نہ کاٹنا، گھاس نہ اکھاڑنا، مویشی نہ چگانا، یہ سب کام اللہ نے اپنی عبادت کیلئے اپنے بندوں کو بتائے ہیں۔

اصلاح ! اگر اللہ تعالیٰ نے بتائے ہیں تو یہ سب باتیں قرآن شریف میں ضرور ہونگی۔ اگر ہیں تو وہ آیتیں ضرور لکھنا چاہئے تھیں۔ کیا دنیا میں کوئی ایسا ہے جو ان تمام باتوں کو کلام پاک سے ثابت کر دے کہ یہ سب باتیں جو اوپر لکھی گئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کیلئے ایسی خاص ہیں کہ دوسرے کیلئے ان میں سے ایک بھی کرے تو شرک ہو، ہم شرک کی تعریف پہلے کر آئے ہیں۔ اسے بار بار پڑھو تو سمجھ لو گے کہ جو کام عبادت کی نیت سے غیر خدا کیلئے کیا جائے گا۔ وہ شرک ہوگا اور اگر تعظیم کی نیت سے محبوبان خدا کیلئے کیا تو شرک نہ ہوگا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم تو فرض ہے جیسا کہ تمہید ایمان سے ظاہر ہے۔ اور مدینہ طیبہ کے گرد و پیش کے جنگل کا ادب تو خود حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سے ثابت ہے۔ انشاء اللہ عنقریب وہ حدیثیں بھی نقل کی جائیں گی۔ مگر دشمن خدا سب سے آنکھیں بند کر کے یوں لکھتا ہے۔ پھر کوئی کسی پیر پیغمبر کو یا بھوت پری کو یا کسی سچی قبر کو (یہ اشارہ معاذ اللہ سرکار

کے روضہ پاک کیلئے ہے) یا جھوٹی قبر کو یا کسی کے تھان کو یا کسی کے چلہ کو یا کسی کے مکان کو یا کسی کے تبرک کو، یا نشان کو یا تابوت کو سجدہ کرلے، رکوع کرے یا اس کے نام کے روزے رکھے یا ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو (ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونے کو اس لئے بار بار ذکر کیا کہ مسلمان میلاد شریف میں ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام پڑھتے ہیں ورنہ ہاتھ چھوڑ کر کھڑا ہونا بھی نماز میں داخل ہے کہ رکوع کے بعد ہاتھ چھوڑ کر کھڑے ہوتے ہیں) یا جانور چڑھاوے یا اسے مکانوں میں دور دور سے قصد کر کے جائے یا وہاں روشنی کرے، غلاف ڈالے چادر چڑھائے، ان کے نام کی چھڑی کھڑی کرکے رخصت ہوتے وقت الٹے پاؤں چلے ان کی قبروں کو بوسہ دے مورچھل جھلے اس پر شامیانہ کھڑا کرے، چوکھٹ کو بوسہ دے، ہاتھ باندھ کر التجا کرے، مراد مانگے مجاور بنکر بیٹھ رہے، وہاں کے گرد و پیش کے جنگل کا ادب کرے اور اسی قسم کی باتیں کرے تو اس پر شرک ثابت ہوتا ہے۔ اس کو اشراک فی العبادۃ کہتے ہیں یعنی اللہ کی سی تعظیم کرنی۔

اصلاح! بعض باتیں جو ضروری تھیں مولوی اسماعیل صاحب لکھنا بھول گئے نہیں بلکہ قصداً چھوڑی ہیں ورنہ ان کیلئے جینا مشکل ہو جاتا اور ان کے ماننے والے عمر بھر گالیاں دیتے۔

وہ باتیں یہ ہیں جو اس موقع پر لکھنا ضروری تھیں

جیسے رکوع کے بعد ہاتھ چھوڑ کر کھڑا ہونا اور دوزانو بیٹھنا کیونکہ نماز میں چار فرض ہیں، کھڑا ہونا، رکوع کرنا، سجدہ کرنا، التحیات پڑھنے کیلئے بیٹھنا اور حج کے ارکان میں صفا و مروہ کی سعی کرنا اور سعی میں آہستہ بھی چلنے کا حکم ہے اور دوڑ کر چلنے کا بھی حکم ہے اور حلق کرنا یعنی سر منڈانا یا بال ترشوانا یہ بھی سعی کے بعد ہے تو اب اس

اعتبار سے ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو تو مشرک، ہاتھ چھوڑ کر کھڑا ہو تو مشرک سر منڈایا تو مشرک، دوڑ کر چلا تو مشرک، ہاتھ باندھ کر دوزانو بیٹھا تو مشرک، ہاتھ زانو پر رکھ کر بیٹھا تو مشرک، بال کٹوائے تو مشرک، وہابی صاحبان بتائیں کہ یہ افعال بھی شرک ہیں کہ نہیں تو جتنی باتیں مولوی اسماعیل صاحب نے لکھیں ہیں وہ بھی شرک نہیں اگر یہ بھی سب افعال شرک ہیں تو آپ لوگ یہ سب افعال کرتے ہیں۔ اپنے امام کے لکھے سے مشرک ہوئے کہ نہیں اور سنئے جوتا اٹھانے کو جھکے رکوع کی شکل بن گئی بی بی سے جماع کیا سجدہ کی شکل بن گئی تو معاذ اللہ یہ سب افعال جو نماز میں فرض، واجب اور مستحب ہیں اور نماز خاص عبادت ہے اللہ کی، ان سب افعال کو نشان بندگی بتا کر ان افعال کے کرنے کو شرک کہہ دیا۔ حالانکہ سب لوگ علاوہ نماز کے یہ افعال کرتے ہیں۔ مولوی اسماعیل صاحب کے قول سے سب مشرک ہوئے جاتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ یہ افعال جو خاص نماز کی حالت میں کئے جاتے ہیں۔ یا حج کے موقع پر عمل میں آتے ہیں وہ سب سوائے سجدہ کے محبوبان خدا کی تعظیم کی نیت سے جائز ہیں۔ ہرگز شرک نہیں کیونکہ یہ بات خاص طور سے دیکھنا چاہئے کہ ان افعال میں کوئی فعل ایسا بھی ہے جس کی شرعاً ممانعت آئی ہو تو سوائے سجدہ کے اس کی تعظیم کی نیت سے بھی ممانعت حدیث سے ثابت ہے اس سے معلوم ہوا کہ تعظیمی سجدہ شرعاً حرام ہے اس کے علاوہ جس قدر باتوں کی فہرست، مولوی اسماعیل نے گنائی ہے ان میں سے کسی چیز کی ممانعت نہیں فرمائی گئی نہ قرآن میں نہ حدیث میں اور نہ اس کا نشان بندگی ہونا کسی آیت یا حدیث سے ثابت ہے محض اپنی رائے سے ان تمام باتوں کے کرنے کو شرک کہہ دیا۔ مسلمان یاد رکھیں کہ سجدہ کی دو قسمیں ہیں۔ سجدہ عبادت جو نماز میں ہوتا ہے۔ اور سجدہ تحیت جو کسی کی تعظیم کیلئے ہو۔ جیسے آدم علیہ

السلام کی طرف نور محمدی کی تعظیم کیلئے فرشتوں سے کرایا گیا تھا۔اس سے معلوم ہوا کہ تعظیمی سجدہ شرک نہیں کیونکہ وہ عبادت کی نیت سے معبود برحق جان کر سجدہ نہیں کیا گیا تھا۔مگر ہماری شریعت میں تعظیمی سجدہ کو حرام فرمایا گیا۔یعنی سجدہ تعظیمی حرام ہے،شرک نہیں لہٰذا جو کوئی تعظیمی سجدہ کو شرک بتائے وہ شرعی احکام سے جاہل ہے۔

دوسری بات خاص الخاص یہ یادرکھنے کی ہے۔کہ کسی چیز کا بوسہ لینے کیلئے جھکنا سجدہ نہیں کہلاتا کیونکہ سجدہ میں نیت سجدہ ہونا شرط ہے،اور پیشانی وناک کے بانسے کا زمین سے لگانا ضروری ہے اگر محض منہ زمین پر رکھ دیا جائے اور پاؤں کی انگلیاں بالکل زمین سے نہ لگیں تو سجدہ نہ ہوگا۔نماز فاسد ہو جائے گی۔اب غور کرو اگر کوئی مسلمان اپنے کسی بزرگ یا پیر کی قبر پر جاکر اسے چوم لے تو اسے قبر پرست اور مشرک کیوں کہا جاتا ہے۔اگر ایسا کرنا قبر پرستی ہے تو بر وقت جماع بی بی کا بوسہ لینا زن پرستی ہے؟ اگر کسی بزرگ کے مزار کو چومنے کیلئے جھکنے کا نام قبر کو سجدہ کرنا ہے تو بی بی کے رخسار کو چومنے کیلئے جھکنا بی بی کو سجدہ کرنا ہے اگر یہ کہا جائے کہ صاحب! یہاں تو حظ نفس کی نیت سے جھکے اس لئے نہ یہ شرک ہوا نہ اس کا نام سجدہ،نہ زن پرستی،تو اسی طرح وہاں بھی حظ روح کی نیت سے جھکے سجدہ کی نیت سے نہ جھکے اس لئے یہ بھی شرک نہیں نہ اس کا نام سجدہ ہے نہ قبر پرستی،پھر کیوں بلاوجہ کسی مسلمان کو مشرک اور بدعتی اور قبر پرست کہہ کر اتنا بڑا گناہ اپنے ذمے لیتے ہو،جو حد کفر تک پہنچا دیتا ہے۔اور حضور کے روضہ پاک کا بوسہ تو صحابہ کرام سے ثابت ہے پھر جو کام شرک ہیں وہ ہر جگہ شرک ہیں اور جو کام جائز ہیں وہ ہر جگہ جائز ہیں۔جب روشنی کرنا جھاڑو دینا اور فرش بچھانا بھی نشان بندگی ٹھہرا اور یہ بھی لکھ دیا کہ یہ سب کام اللہ نے اپنی تعظیم کیلئے بتائے ہیں تو دنیا میں کون ہے جو اپنے گھر میں جھاڑو نہ دیتا ہو یا روشنی

نہ کرتا ہو یا شادی غمی میں لوگ آئیں تو انکے لئے فرش نہ بچھاتا ہو تو کیا یہ سب کام شرک ہیں اگر شرک ہیں تو دنیا میں سب مشرک اور اگر شرک نہیں تو کیا وجہ ہے کہ انبیاء اولیاء اور محبوبان خدا کے مزارات ہی کیلئے ایسا کرنا شرک ہو۔ ہے کوئی دنیا میں جو اس مسئلہ کو حل کردے ان تمام باتوں سے ہر عقلمند اسی نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ مولوی اسماعیل صاحب کو انبیاء علیہم السلام و محبوبان خدا رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے ایسی عداوت ہے۔ جس کی مثال ملنا مشکل ہے۔ ہاں۔ ایک بات بتانا رہ گئی ہے وہ یہ کہ تم نے تقویۃ الایمان کی عبارت جو شرک کی تعریف میں ہے ابھی پڑھی کہ جو چیزیں اللہ نے اپنے واسطے خاص کی ہیں اپنے بندوں کے ذمہ نشان بندگی ٹھہرائی ہیں۔ وہ چیزیں اور کسی کے واسطے کرنی شرک ہیں۔ اور فہرست جو گنائی اس میں یہ بھی شمار کرایا کہ کسی کی قبر پر روشنی کرنی، جھاڑو دینی، مجاور بن کے بیٹھ رہنا، مورچھل جھلنا، شامیانہ کھڑا کرنا، کسی کی قبر کو بوسہ دینا وغیرہ یہ بھی شرک بتایا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف کا کوئی فرضی خدا ہے جس کی قبر پر بوسہ دیا جاتا ہے، روشنی کی جاتی ہے، جھاڑو دی جاتی ہے، شامیانہ کھڑا کیا جاتا ہے مورچھل جھلی جاتی ہے، جبھی تو ان باتوں کو شرک کہا، مسلمانوں کا خدا اس سے پاک ہے نہ اس نے ان باتوں کو اپنے بندوں کے ذمہ نشان بندگی ٹھہرایا ہے۔ یہ ہمارے پاک خدا پر بہتان ہے پاک خدا کی پاک شریعت میں یہ چیزیں تعظیم کی نیت سے ہوں تو ہرگز شرک نہیں وہ تو ہر فعل میں نیت دیکھتا ہے۔ اور اسی پر جزا و سزا ہے (عبارت تقویۃ الایمان) پھر خواہ یوں سمجھے کہ یہ آپ ہی اس تعظیم کے لائق ہیں یا یوں سمجھے کہ ان کی اس طرح کی تعظیم کرنے سے اللہ خوش ہوتا ہے اور اس تعظیم کی برکت سے اللہ مشکلیں کھول دیتا ہے۔ ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے۔ (مولوی اسماعیل کا فرضی خدا ہمارے رسول کی تعظیم

سے کیا خوش ہوگا۔ مگر مسلمانوں کے خدا نے اپنے حبیب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم اور توقیر کرنی ہر مسلمان پر فرض فرمائی۔ جیسا کہ تمہید ایمان میں تم نے پڑھا۔ تو جس طرح معبودان باطل کی تعظیم ہر طرح شرک ہے اسی طرح محبوب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم نہ کرنا، اور ان کی تعظیم کرنے کو منع کرنا کفر ہے)

شاگرد : کیا ہمارے رب عزوجل نے کوئی طریقہ اپنے پیارے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم وتوقیر کرنے کا بتایا ہے۔

استاد : جبکہ اللہ تعالیٰ نے مطلق تعظیم وتوقیر کا حکم فرما دیا۔ کہ

وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ یعنی رسول کی تعظیم اور توقیر کرو۔

(پ۲۶، سورۃ فتح آیت ۹)

اس سے معلوم ہوا کہ جتنے بہتر سے بہتر طریقوں سے تعظیم وتوقیر ہو سکتی ہے وہ سب اسی حکم میں داخل ہیں۔ سوائے اس کے جس کی صراحۃً ممانعت قرآن وحدیث سے ثابت ہو۔ اس کو یوں سمجھو کہ جس طرح اور تمام کام نماز یا حج کے ارکان میں داخل ہیں انہیں میں سے یہ بھی ہے کہ محض کعبے کی طرف دیکھنا بھی عبادت ہے اور سنگ اسود کو چومنا بھی عبادت ہے مگر بی بی کو چومنا بیٹا بیٹی کے رخسار کا بوسہ لینا شرک نہیں، بلکہ جائز ہے۔ کعبہ کا دیکھنا عبادت مگر اور کسی مکان کو دیکھنا شرک نہیں، دن رات سینکڑوں، ہزاروں بلکہ لاکھوں گھروں اور مکانوں پر مسلمان کی نظر پڑتی ہے بلکہ بعض عمارتوں کے دیکھنے کیلئے تو لوگ دور دور سے سفر کر کے جاتے ہیں اور دیکھتے ہیں جیسے آگرہ کا تاج محل یا بمبئی کا تاج ہوٹل وغیرہ اس کو کوئی بھی شرک نہیں کہتا اور نہ یہ شرک ہے تو کیا وجہ ہے محبوبان خدا کے مزارات کی زیارت یا وہ تمام باتیں جو مولوی اسماعیل نے شرک کی فہرست میں گنائی ہیں شرک ہوں کسی چیز کو یا فعل کو

شرک یا حرام یا ناجائز فرمانے کا حق اللہ ورسول کو ہے کسی چوہڑے چمار کو یہ حق حاصل نہیں۔ (عبارت تفویۃ الایمان) ''چوتھی بات یہ ہے کہ اللہ صاحب نے اپنے بندوں کو سکھلایا ہے کہ اپنے دنیا کے کاموں میں اللہ کو یاد رکھیں اور اس کی تعظیم کرتے رہیں''۔ اور ساتھ یہ بھی فرمایا ہے کہ میرے ساتھ میرے محبوب کو بھی یاد کرتے رہو۔ کلمہ میں دیکھو، اذان میں دیکھو، تکبیر میں دیکھو، کہ اللہ کے ذکر کے ساتھ ساتھ رسول کا ذکر موجود ہے۔ یہاں تک کہ نماز میں حضور پر درود وسلام پڑھا جاتا ہے اگر نہ پڑھے تو نماز بھی قبول نہیں یہ تمام باتیں مسلمانوں کے واسطے اعلیٰ درجہ کا سبق ہیں کہ جب دین کے ہر کام میں اللہ نے اپنی یاد کے ساتھ اپنے حبیب کی یاد کرائی تو دنیا کے کاموں میں بھی ان کو ہرگز نہ بھولے اور ہر وقت اللہ ورسول سے اُمید لگی رکھے تا کہ ہر کام میں برکت ہو جیسا کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے کلام پاک میں

وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَرَسُوْلُهٗٓ اِنَّآ اِلَى اللّٰهِ رَاغِبُوْنَ۔	کیا خوب تھا اگر وہ راضی ہوتے خدا ورسول کے دیئے پر اور کہتے ہمیں اللہ کافی ہے اب دے گا اللہ ہمیں اپنے فضل سے اور اس کا رسول بے شک
(پارہ ۱۰، سورۃ توبہ آیت ۵۹)	ہم اللہ کی طرف رغبت والے ہیں۔

یہاں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے ساتھ پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی دینے والا فرمایا اور ساتھ ہی یہ بھی ہدایت فرمائی کہ اللہ ورسول جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے امید لگی رکھو کہ اب ہمیں اپنے فضل سے دیتے ہیں۔ مگر مولوی اسماعیل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یاد مسلمانوں کے دلوں سے بھلانا چاہتے ہیں، لکھتے ہیں (تفویۃ الایمان میں) جیسے اڑے کام پر اللہ کی نذر ماننی اور مشکل کے

وقت اس کو پکارنا، اور ہر کام شروع اس کے نام سے کرنا اور جب اولاد ہو تو اس کے شکر میں اس کے نام کا جانور ذبح کرنا اور اس کا نام عبداللہ، عبدالرحمٰن، خدا بخش، اللہ دیا، امت اللہ، اللہ دی رکھنا اور کھیت اور باغ میں سے تھوڑا بہت اسکے نام کا رکھنا اور دھن اور ریوڑ میں سے کچھ اس کی نیاز کا کر رکھنا اور جو جانور اس کے نام کے اس کے گھر کی طرف لے جائے ان کا ادب کرنا یعنی نہ ان پر سوار ہونا، نہ لادنا اور کھانے پینے میں اس کے حکم پر چلنا یعنی جس چیز کے برتنے کو اس نے فرمایا اس کو برتنا اور جو منع کیا اس سے دور رہنا اور برائی جو دنیا میں پیش آتی ہے جیسے قحط اور ارزانی، صحت و بیماری، فتح و شکست، اقبال و ادبار، غمی و خوشی، یہ سب اسکے اختیار میں سمجھنا اور اپنا ارادہ کا بیان کرنا تو پہلے اس کے ارادے کا ذکر کہ دنیا جیسا کہ یوں کہنا کہ اگر اللہ چاہے تو ہم فلانا کام کریں گے۔ اور اس کے نام کو ایسی تعظیم سے لینا کہ جس میں اس کی مالکیت نکلے اور اپنی بندگی، جیسے یوں کہنا ہمارا رب، ہمارا مالک ہمارا خالق اور کلام میں قسم کھانے کی حاجت ہو تو اسی کے نام کی قسم کھانی، سو اس قسم کی چیزیں اللہ نے اپنی تعظیم کے واسطے بنائی ہیں، پھر جو کوئی کسی انبیاء و اولیاء کے اماموں اور شہیدوں کی (اللہ کا پیارا اور محبوب جان کر تعظیم کرے۔ اڑے کام پر ان کی نذر مانے، یا مجازاً اپنا مالک کہے، یا مشکل کے وقت پکارے یہ سب جائز ہے ہاں اگر) بھوت و پری کی اس قسم کی تعظیم کرے جیسے اڑے کام پر ان کی نذر مانے مشکل کے وقت پکارے (نا جائز ہے) بسم اللہ کی جگہ ان کا نام لے (معبود جانکر لے تو شرک ورنہ نا جائز ہے) جب اولاد ہو۔ (تو اگر محبوبان خدا کی) نذر و نیاز کر دے اپنی اولاد کا نام عبدالنبی۔ امام بخش، پیر بخش رکھے، کھیت و باغ میں ان کا حصہ لگا دے جو کھیتی باڑی سے آئے، پہلے ان کی نیاز کر دے، جب اپنے کام لائے (انشاء

اللہ بڑی برکت ہوگی محبوبان خدا کا وسیلہ ایسی ہی چیز ہے)اور دھن ریوڑ میں سے
ان کے نام کا جانور ٹھہرائے اور پھر ان جانور کا ادب کرے پانی دانے پر سے نہ
ہانکے لکڑی پتھر سے مارے۔ (اور ذبح کرتے وقت بسم اللہ اللہ اکبر کہے تو جائز
ہے)اور کھانے پینے میں رسموں کی سند پکڑے کہ فلانے لوگوں کو چاہئے کہ فلانا
کھانا نہ کھائیں، فلانا کپڑا نہ پہنیں۔ حضرت بی بی کی صحنک مرد نہ کھاوے، لونڈی نہ
کھائے، جس عورت نے دوسرا خصم کیا ہو وہ نہ کھائے، شاہ عبدالحق کا توشہ حقہ پینے
والا نہ کھائے (یہ باتیں بھی شرعاً شرک نہیں)اور برائی بھلائی جو دنیا میں آتی ہے
اس کو اس کی طرف نسبت کرے کہ فلانا اس کی پھٹکار میں آ کر سڑی دیوانہ ہو گیا اور
فلانے کو انہوں نے ایسا اندھا کیا کہ محتاج ہو گیا اور فلانے کو نواز دیا کہ فتح واقبال مل
گیا (ایسا عقیدہ محبوبان خدا کیلئے جائز ہے)اور قحط فلانے ستارے کے سبب سے
پڑا، فلانے دن شروع کیا تھا یا فلانی ساعت مین ہو پورا نہ ہوا (ایسا عقیدہ جائز
نہیں)یا یوں کہے کہ اللہ ورسول چاہے گا تو میں آوں گا یا پیر چاہے گا تو یہ بات ہو
جائے گی۔ (ایسا کہنا جائز ہے)یا اس کے تئیں یا معبود، داتا بے پرواہ، خداوند،
خدائیگان، مالک الملک، شہنشاہ بولے (معبود اور حقیقی معنے میں ذاتی طور پر مالک
الملک بولنا شرک ہے)یا جب حاجت قسم کھانے کی پڑے تو پیغمبر کی یا علی کی یا امام کی
پیر کی یا ان کی قبروں کی (معبود جان کر قسم کھائے)سو ان باتوں سے شرک ثابت
ہوتا ہے۔ (ورنہ نہیں)اور اس کو اشراک فی العبادۃ کہتے ہیں۔ یعنی اپنی عادت کے
کاموں میں جو اللہ کی تعظیم کرنا چاہئے سو (معبود جان کر)غیر کی کرے سو اب
چاروں طرح کے شرک کا صریح قرآن وحدیث میں ذکر ہے، سو اس لئے اس باب
میں پانچ فصلیں کی ہیں فصل پہلی میں ذکر ہے شرک کی برائی کا اور توحید کی خوبی کا،

فصل دوسری میں ذکر ہے اشراک فی العلم کی برائی کا، فصل تیسری میں ذکر ہے اشراک فی التصرف کی برائی کا، فصل چوتھی میں ذکر ہے اشراک فی العبادت کی برائی کا، فصل پانچویں میں ذکر ہے اشراک فی العادت کی برائی کا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

تفویۃ الایمان

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ فِی الْاِ جْتِنَا بِ عَنِ الْاِشْرَاکِ

فصل پہلی بچنے میں شرک سے یعنی اس فصل میں مجمل شرک کی برائی کا ذکر ہے۔

قَالَ اللّٰہُ تَعَالیٰ "اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَادُوْنَ ذَالِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ ۚ وَمَنْ یُّشْرِکْ بِا للّٰہِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًاۢ بَعِیْدًا" (پارہ ۵ سورۃ النسا آیت ۱۱۶)

فرمایا اللہ نے بیشک اللہ نہیں بخشتا یہ کہ شریک ٹھہرائے اس کا اور بخشتا ہے سوا اس کے جس کو چاہے اور جس نے شریک ٹھہرایا یا اللہ کے سوا بیشک راہ بھولا دور بھٹک کر۔

ف: یعنی اللہ کی راہ بھولنا یوں بھی ہوتا ہے کہ حرام حلال میں امتیاز نہ کرے چوری بدکاری میں گرفتار ہو جائے نماز روزہ چھوڑ دے، جورو بچوں کا حق تلف کرے ماں باپ کی بے ادبی کرے۔

(ماں باپ کی بے ادبی کرنے والا جب اللہ کی راہ بھولا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں بے ادبی کرنے والا اللہ کے راستے سے کتنی دور جا پڑے گا) لیکن جو شرک میں پڑا وہ سب سے زیادہ بھولا، اسلئے کہ وہ ایسے گناہ میں گرفتار ہوا کہ اللہ تعالیٰ اس کو ہرگز نہ بخشے گا اور سارے گناہوں کو اللہ شاید بخش بھی دے۔

(اور جو کلمہ پڑھ کر توحید کا دعویدار بن کر اللہ و رسول کی شان میں گستاخی کرے اس کا کیا حشر ہوگا، پڑھو تمہید ایمان) اس آیت سے معلوم ہوا کہ مشرک نہ بخشا جائے گا جو اس کی سزا ہے مقرر ملے گی پھر اگر پرلے درجے کا شرک ہے کہ آدمی جس سے کافر ہو جاتا ہے اس کی سزا یہی ہے کہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا نہ اس سے کبھی باہر نکلے گا نہ ہی کبھی آرام پائے گا اور جو اس سے ورلے درجے کے مشرک ہیں ان کی سزا جو اللہ کے یہاں مقرر ہے سو پائے گا۔ شرک کی دو قسمیں پرلے درجے کا شرک اور ورلے درجہ کا شرک گڑھنا اور ورلے درجے کے سزا کا بھی ضروری ہونا اللہ تعالیٰ کی مرضی سے بھی اس کی معافی کا ممکن نہ ہونا، مولوی اسماعیل کی من گڑھت اور عقائد ضرور اہل سنّت کے خلاف ہے۔ اور باقی جو گناہ ہیں، ان کی جو کچھ سزائیں اللہ کے یہاں مقرر ہیں سو اللہ کی مرضی پر ہیں چاہے دے چاہے معاف کرے (معاذ اللہ، اس سے معلوم ہوا کہ شرک کی سزائیں اللہ تعالیٰ کی مرضی پر نہیں وہ شائد کسی اور کی مرضی پر ہیں کتنا بڑا ڈبل شرک ہے) اور بھی معلوم ہوا کہ شرک سے بڑا کوئی گناہ نہیں اس کی مثال ہے کہ بادشاہ کی تقصیریں اس کی رعیت کے لوگ جتنی کریں جیسے چوری، قزاقی، چوکی پہرے کیوقت سو جانا، دربار کے وقت کو ٹال جانا، لڑائی کے میدان سے ٹل جانا، سرکار کے پیسے پہنچانے میں قصور کرنا، علیٰ ہذالقیاس ان سب کی سزائیں بادشاہ کے یہاں مقرر ہیں۔ مگر چاہے تو پکڑے اور چاہے تو معاف کردے اور ایک تقصیریں اس ڈھب کی ہیں کہ جن میں بغاوت نکلتی ہے جیسے کسی امیر کو یا وزیر چوہدری قانون گو کو، یا چوہڑے چمار کو بادشاہ بنا دے یا اس کے واسطے تاج و تخت تیار کرے یا اس کے تئیں ظل سبحانی بولے یا اس تئیں بادشاہ کا سا مجرا کرے یا اسکے لئے ایک دن جشن کا ٹھہرائے اور بادشاہ کی طرح نذر دے

یہ سب تقصیروں سے بڑی ہے اس کی سزا مقرر اس کو پہنچتی ہے اور جو بادشاہ اس سے غفلت کرے اور ایسوں کو سزا نہ دے اس کی بادشاہت میں قصور ہے۔ چنانچہ عقلمند لوگ ایسے بادشاہ کو بے غیرت کہتے ہیں سو اس مالک الملک شہنشاہ غیور سے ڈرنا چاہئے کہ پرلے سرے کا زور رکھتا ہے۔ اور ویسی ہی غیرت سو وہ مشرکوں سے کیونکر غفلت کریگا اور کس طرح ان کو سزا دیگا۔ (معاذ اللہ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اور گناہوں کی سزاؤں میں غفلت ممکن ہے یہ ہے مولوی اسماعیل صاحب کے قلب میں اللہ تعالیٰ جل وعلا کی قدر و منزلت) اللہ سب مسلمانوں پر رحم کرے اور ان کو شرک کی آفتوں سے بچائے آمین۔

(مسلمان بحمد اللہ شرک کے معنی خوب جانتے ہیں اور یہ بھی جانتے ہیں کہ کسطرح بادشاہ حقیقی اللہ تعالیٰ کے ہوتے ہوئے کسی دوسرے کو بادشاہ حقیقی بنانا اور اسے معبود جان کر یہ سب کام کرنا شرک ہیں اسی طرح اس بادشاہ حقیقی کے وزیر اعظم نائب مطلق سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کا وزیر اعظم نائب مطلق نہ ماننا ان کی تعظیم وتوقیر نہ کرنا کفر ہے اور پھر جو اختیارات اس بادشاہ حقیقی نے اپنے نائب مطلق محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عطا فرمائے ہیں ان کو نہ ماننا پرلے درجہ کا کفر ہے پھر اگر کوئی اس وزیر کو اپنے برابر کا سمجھے یہ اس سے بھی ورلے درجے کا کفر ہے۔)

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی ... وَاِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَهُوَ یَعِظُهٗ یٰبُنَیَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ
(پ۲۱ سورۃ لقمان آیت ۱۳)

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے جب کہا لقمان نے اپنے بیٹے کو اور نصیحت کرتا تھا اس کو اے بیٹے میرے! مت شریک بنا اللہ کا بے شک شریک بنانا بڑی بے انصافی ہے۔

ف: یعنی اللہ صاحب نے لقمان کو عقلمندی دی تھی سو انہوں نے اس سے سمجھا کہ بے انصافی یہی ہے کہ کسی کا حق اور کسی کو پکڑا دینا، اور جس نے اللہ کا حق اس کی مخلوق کو دیا تو بڑے سے بڑے کا حق لیکر ذلیل سے ذلیل کو دیا، جیسے بادشاہ کا تاج ایک چمار کے سر پر رکھ دیجئے۔ اس سے بڑی بے انصافی کیا ہوگی۔ اور یہ یقین جان لینا چاہئے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے زیادہ ذلیل ہے۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ جیسے شرع کی راہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شرک سب سے بڑا گناہ ہے۔ ایسے ہی عقل کی راہ سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ شرک سب عیبوں سے بڑا عیب ہے اور یہی حق ہے اس واسطے کہ آدمی میں بڑے سے بڑا عیب یہی ہے کہ اپنے بڑوں کی بے ادبی کرے (یہ یاد رکھنے کی بات ہے کہ مولوی اسماعیل صاحب اپنے بڑوں کی بے ادبی کرنے کو بڑے سے بڑا عیب بتا رہے ہیں تو جو اللہ تعالیٰ کے بعد سب سے بڑے ہیں یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی شان میں بے ادبی کرنا ہر بڑے سے بڑا عیب کیوں نہ ہوگا) سو اللہ تعالیٰ سے بڑا کوئی نہیں اور شرک اس کی بے ادبی ہے (شاگرد ایک سوال کرتا ہے)

شاگرد: مولوی اسماعیل صاحب کی یہ عبارت کیسی ہے جو ابھی پڑھی گئی کہ (اور یقین جان لینا چاہئے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہے) اس میں تو انبیاء علیہم السلام اور سید الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں در پردہ نہیں بلکہ کھلم کھلا بہت بڑی بے ادبی اور گستاخی نظر آتی ہے کیونکہ ہم سب چھوٹی مخلوق ہیں اور انبیاء علیہم السلام کی بڑی مخلوق ہیں اور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بڑی مخلوق کہ اللہ کے بعد سب سے بڑا مرتبہ حضور ہی کا ہے، خالق تو سب کا اللہ ہی ہے تو کیا معاذ اللہ تمام انبیاء علیہم السلام

اللہ کی شان کے آگے چمار سے زیادہ ذلیل ہیں اس ناپاک عبارت پر اتنا زور دیا گیا ہے۔ کہ اس کا یقین جان لینا چاہئے تو کیا معاذ اللہ ایسی ناپاک بات ماننے کے قابل ہو سکتی ہے؟

استاد : یہ عبارت بالکل کلام پاک کے خلاف ہے کوئی ایمان والا اس کے ماننے کیلئے تیار نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ سورۃ منافقون میں فرماتا ہے۔

وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ
(پ۲۸ سورۃ المنافقون آیت ۸)

اللہ ہی کی عزت ہے اور اسکے رسول کی اور ایمان والوں کی ولیکن منافقین جانتے نہیں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ عزت خاص اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہے مگر اللہ خود فرماتا ہے کہ رسول کیلئے بھی عزت ہے اور مسلمانوں کیلئے بھی مگر جو منافق ہیں یعنی زبان سے کلمہ پڑھتے اور دل میں اللہ ورسول کی طرف سے عداوت رکھتے ہیں۔ ایسے لوگ نہیں جانتے، اللہ جل جلالہ شہنشاہ ہے اس کے یہاں تاجوں کی کمی نہیں، سب بادشاہوں کے بادشاہ کو شہنشاہ کہتے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام بادشاہ ہیں، ان کے سردار محمد رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور سب کا شہنشاہ رب العزت جل جلالہ ہے اس نے عزت کا تاج خود اپنے محبوب کے سر مبارک پر سجایا، شفاعت کا تاج سجایا۔ مالکیت کا تاج سجایا اور وہ دیا جو نہ کسی کی سمجھ میں آیا ہے نہ آئے۔

فَاَوْحٰى اِلٰى عَبْدِهٖ مَا اَوْحٰى

پھر وحی کی اپنے بندے کو جو وحی کی۔

بھلا جس راز کو نہ بتایا جائے نہ بتائے کسی کی سمجھ میں آئے۔

(عبارت تقویۃ الایمان) وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ۔ (سورۃ انبیاء) ترجمہ : فرمایا اللہ نے! اور نہیں بھیجا

ہم نے تجھ سے پہلے کوئی رسول مگر کہ اس کو یہی حکم بھیجا کہ بیشک بات یوں ہے کہ کوئی مانئے کے لائق نہیں سوائے میرے، سو بندگی کرو میری۔

یہ لفظی ترجمہ نہیں ہے، لفظی اور صحیح ترجمہ یہ ہے۔ ''اور ہم نے آپ سے پہلے کوئی ایسا پیغمبر نہیں بھیجا جس کے پاس ہم نے یہ وحی نہ بھیجی ہو، کہ میرے سوا کوئی معبود (ہونے کے لائق) نہیں پس میری ہی عبادت کیا کرو''

اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو حکم یہی دیا گیا کہ بت پرستوں سے فرما دیں کہ قابل پرستش کے ایک اللہ وحدہ لاشریک ہے۔ اس کی عبادت کیا کرو مگر مولوی اسماعیل اپنی طرف سے یوں فائدہ گڑھتے ہیں۔ (ف) یعنی جتنے پیغمبر آئے سو وہ اللہ کی طرف سے یہی حکم لائے ہیں کہ اللہ کو ماننے اور اس کے سوا کسی کو نہ مانے۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ شرک سے منع اور توحید کا حکم سب شرعوں میں ہے سو یہی راہ نجات ہے۔

اصلاح: دیکھو مولوی اسماعیل بالکل قرآن وحدیث کے خلاف کیا سبق پڑھا رہے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ کو مانے اور اللہ کے سوا کسی کو نہ مانے اور مشکوٰۃ شریف ص ۱۱ میں یوں لکھا ہے کہ جبریل علیہ السّلام نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ ایمان کیا ہے۔ ارشاد فرمایا۔

اَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَتُؤْمِنُ بِالْقَدْرِ خَيْرِهٖ وَشَرِّهٖ۔

ایمان یہ ہے کہ تو اللہ کو مانے، اس کے ملائکہ کو مانے اس کی کتابوں کو مانے، اس کے رسولوں کو مانے، روز آخر یعنی قیامت کو مانے اور برے بھلے کو تقدیر سے مانے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسولوں کا ماننا تو مومن ہونے کیلئے ضروری ہے جو نہ مانے مومن نہیں۔ لہٰذا اگر کوئی کلمہ گو رسولوں ....کو نہ مانے تو کافر ہو جائے گا اگر مانے تو تقویۃ الایمان کے فتوے سے مشرک ہو جاتا ہے۔

مسلمانو ! ایمان سے کہنا کہ تقویۃ الایمان کی عبارتیں کس درجہ قرآن و حدیث کے خلاف ہیں۔ تعجب ہے ان مدعیان اسلام پر کہ اس کتاب کو اپنا دین و ایمان سمجھ رکھا ہے اور اس کے مصنف کو اپنا امام و پیشوا، کہ اگر حدیث کی نہ مانے تو کافر اور "تقویۃ الایمان" پر عمل نہ کرے تو مشرک کوئی صورت نجات کی نہ رہی۔ ایسے ناپاک عقیدے کو کہ خدا کو مانے اس کے سوا کسی کو نہ مانے، نجات کی راہ بتائی جا رہی ہے۔ ابلیس کا یہی عقیدہ تو تھا پھر دیکھا کیا حشر ہوا، اب مولوی اسماعیل کی سنیے کہتے ہیں۔ اس کے سوا سب راہیں غلط ہیں۔ وَاَخْرَجَ مُسْلِمٌ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی اَنَا اَغْنٰی الشُّرَكَاءِ عَنِ الشِّرْكِ مَنْ عَمِلَ عَمَلًا اَشْرَكَ فِیْهِ مَعِیَ غَیْرِیْ تَرَكْتُهٗ وَشِرْكَهٗ وَاَنَا مِنْهُ بَرِیْءٌ۔ مشکوٰۃ کے باب الریا میں لکھا ہے کہ مسلم نے ذکر کیا کہ نقل کیا ابو ہریرہ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ میں بڑا بے پرواہ ہوں ساجھیوں میں ساجھے سے، جو کوئی کرے کچھ کام کہ ساجھی کردے اس میں میرے ساتھ اور کسی کو سو چھوڑ دیتا ہوں اس کو اور اس کے ساجھے کو ،اور میں اس سے بیزار ہوں۔

اصلاح : یہ حدیث ریا کے بارے میں ہے جس کیلئے اس دوسری حدیث میں ارشاد ہو چکا ہے۔ الریاء شرک خفی ۔ ریا کاری چھپا شرک ہے۔ مثلاً ایک شخص نماز پڑھتا ہے اور ہر شخص جانتا ہے کہ نماز اللہ کی عبادت ہے۔-----مگر

پڑھنے والے کی نیت یہ ہے کہ لوگ میری عزت کریں، مجھے نیک سمجھیں، مجھے بڑا اور بزرگ سمجھیں کہ یہ اللہ کا بڑا عبادت گذار بندہ ہے، ایسی عبادت کو حضور فرماتے ہیں کہ یہ چھپا ہوا شرک ہے ایسی عبادت اللہ تعالیٰ قبول نہ فرمائے گا۔

(ف) یعنی جس طرح لوگ اپنی مشترکہ چیزیں آپس میں تقسیم کر لیتے ہیں، سو میں یوں نہیں کرتا میں بے پرواہ ہوں بلکہ جو کوئی کام (عبادت وغیرہ) کرے اور غیر کو بھی اس میں شریک کردے (جیسا کہ حدیث میں ریا کے بارے میں فرمایا گیا، تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے) سو میں اپنا حصہ بھی نہیں لیتا (یعنی ریا کاری کا کوئی کام قبول نہیں فرماتا ہے) بلکہ ساری کو چھوڑ دیتا ہوں، وراس سے بیزار ہو جاتا ہوں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو شخص ایک کام کرے اللہ کیواسطے پھر وہی کام کرے اور کسی کے واسطے (یعنی عبادت خالص اللہ کیلئے نہ کرے بلکہ ریا اور ناموری کیلئے کرے) اس پر شرک ثابت ہوتا ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ مشرک جو عبادت اللہ کی کرے وہ بھی اللہ کے یہاں مقبول نہیں، بلکہ اس سے بیزار ہوتا ہے۔

اَخْرَجَ اَحْمَدُ عَنْ اُبَیِّ بْنِ کَعْبٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فِیْ تَفْسِیْرِ قَوْلِ اللّٰہِ تَعَالٰی عَزَّوَجَلَّ وَاِذْ اَخَذَ رَبُّکَ مِنْ بَنِیْ آدَمَ مِنْ ظُھُوْرِ ھِمْ ذُرِّیَّتَھُمْ قَالَ جَمَعَھُمْ فَجَعَلَھُمْ اَزْوَاجًا ثُمَّ صَوَّرَھُمْ فَاسْتَنْطَقَھُمْ فَتَکَلَّمُوْا ثُمَّ اَخَذَ عَلَیْھِمُ الْعَھْدَ وَ الْمِیْثَاقَ

احمد نے ذکر کیا کہ ابی کعب نے اس آیت کی تفسیر میں از اخذ ربک من بنی آدم الخ فرمایا کہ اللہ نے اولاد آدم علیہ السلام کی اکٹھی کی اور ان کی مثلیں لگائیں پھر ان کی صورت بنائی پھر ان کو بولنے کی طاقت دی، سو وہ بولنے لگے پھر ان سے قول وعہد لیا اور ان کی جان پر ان سے اقرار کروالیا کہ میں نہیں

فَاَشْهَدَهُمْ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى قَالَ فَاِنِّىْ اُشْهِدُ عَلَيْكُمُ السَّمٰوٰاتِ وَالْاَرَضِيْنَ السَّبْعَ وَاُشْهِدُ عَلَيْكُمْ اَبَاكُمْ اٰدَمُ شَهِدْنَا اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيَامَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلُوْنَ لَمْ نَعْلَمْ بِهٰذَا اِعْلَمُوْا اِنَّهٗ لَا اِلٰهَ غَيْرِىْ وَلَا تُشْرِكُوْا بِىْ شَيْئًا اِنِّىْ سَاُرْسِلُ اِلَيْكُمْ رُسُلِىْ يُذَكِّرُوْنَكُمْ عَهْدِىْ وَمِيْثَاقِىْ وَاُنْزِلُ عَلَيْكُمْ كُتُبِىْ قَالُوْا شَهِدْنَا بِاَنَّكَ رَبُّنَا وَاِلٰهُنَا لَا رَبَّ لَنَا غَيْرُكَ وَلَا اِلٰهَ لَنَا غَيْرُكَ۔ (مشکوٰۃ باب الایمان بالقدر)

نہیں ہوں رب تمہارا، بولے کیوں نہیں فرمایا سو میں گواہ کرتا ہوں تم پر ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمینوں کو اور تمہارے باپ آدم کو اس واسطے کہ کہیں کہنے لگو، قیامت کے دن ہم نہ جانتے تھے سو جان رکھو کہ بیشک بات یوں ہے کہ نہیں کوئی حاکم سوائے میرے اور مت شریک ٹھہراؤ میرا کوئی، بیشک میں اب بھیجوں گا طرف تمہارے رسول اپنے کہ یاد دلائیں گے تم کو قول وقرار میرا اور اتاروں گا تم پر کتابیں اپنی، بولے اقرار کیا ہم نے کہ بیشک تو مالک ہمارا ہے اور حاکم ہمارا نہیں کوئی مالک ہمارا تیرے سوائے اور نہیں کوئی حاکم ہمارا تیرے سوا۔

ف: یعنی اللہ صاحب نے سورۃ اعراف میں فرمایا ہے۔ جب نکالی آدم کی پشت سے ان کی اولاد اور اقرار کروایا ان سے ان کی جانوں پر کہ کیا میں نہیں ہوں رب تمہارا بولے کیوں نہیں، قبول کیا ہم نے اپنے ذمہ پر یہ ہم نے اس لئے کیا کہ کہیں کہنے لگو قیامت کے دن کہ بیشک ہم اس بات سے غافل تھے یا کہنے لگو کہ

شرک تو کیا تھا ہمارے باپ داداؤں نے پہلے سے اور ہم تھے پیچھے ان کے، سو کیا برباد کرتا ہے تو ہم کو ان جوٹوں کے کام کے بدلے۔ یہ ترجمہ کلام اللہ کی آیت کا ہے سو اس کی تفسیر میں ابن ابی کعب نے فرمایا کہ اللہ صاحب نے ساری اولاد آدم کی اکٹھی کی ایک جگہ اور ان کی جدا جدا مثلیں لگائیں۔ جیسے پیغمبروں کی جدا جدا مثل اور اولیاء کی جدا مثل اور شہیدوں کی اور نیک بندوں کی جدا مثل اور حکم برداروں کی جدا مثل اور بدکاروں کی جدا مثل اور اسی طرح کافروں کی جدا مثلیں لگائیں جیسے یہود ونصاریٰ اور مجوس و ہندو وعلیٰ ھذ القیاس پھر ان سب کی صورتیں بنائیں یعنی ہر کسی کی صورت جیسی دنیا میں بنانی منظور تھی ویسی ہی وہاں ظاہر کی کسی کو خوبصورت، کسی کو بدصورت، کسی کو سانکا، کسی کو گونگا، کسی کو کانا، کسی کو اندھا، علیٰ ھذ القیاس پھر ان کو بولنے کی طاقت دی پھر ان سے اللہ صاحب نے فرمایا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں تو سب نے اقرار کیا کہ تو ہمارا رب ہے پھر ان سب سے قول وقرار لیا کہ میرے سوا کسی کو (معبود) نہ جانیو اور کسی کو میرے سوا (قابل پرستش) کے نہ مانیو۔ سو ان سب نے ان سب باتوں کا قول وقرار کیا اور اللہ صاحب نے اس بات پر آسمان زمین و آدم علیہ السلام کو گواہ کیا اور فرمایا کہ اس قول وقرار کے یاد دلانے کو پیغمبر آئیں گے۔ اور کتابیں لائیں گے، سو ہر کسی نے جدا جدا اللہ کی توحید کا اقرار کیا اور شرک کا انکار کیا سو شرک کی بات میں ایک دوسرے کی سند نہ پکڑنی چاہئے، نہ پیر کی نہ استاد کی، نہ باپ داداؤں کی، نہ کسی بادشاہ کی، نہ کسی مولوی کی، نہ کسی بزرگ کی (وہ بزرگ اور پیر ہی کب ہوگا جو شرک کی تعلیم کرے) اور جو کوئی خیال کرے کہ ہم دنیا میں اس بات کو بھول گئے پھر بھولی بات کی کیا سند ہے، سو یہ خیال غلط ہے اس واسطے کہ بہت سی باتیں آدمی کو آپ یاد نہیں ہوتیں، پھر معتبر لوگوں کے

کہنے سے یقین کرتا ہے۔ جیسے کسی کو اپنی ماں کے پیٹ سے اپنا پیدا ہونا یاد نہیں ہوتا پھر لوگوں سے سنکر ہی یقین کرتا ہے اور اپنی ماں ہی کو ماں سمجھتا ہے اور کسی کو ماں نہیں بتا سکتا پھر اگر کوئی اپنی ماں کا حق ادا نہ کرے اور کسی کو ماں بنا دے تو اس کو سب لوگ برا کہیں گے اور اب جو وہ جواب دے کہ مجھے تو اپنا پیدا ہونا یاد نہیں کہ میں اس کو اپنی ماں جانوں تو سب لوگ اس کو احمق کہیں گے اور بڑا بے ادب، تو جب عوام الناس کے کہنے سے آدمی کو بہت سی باتوں کا یقین آ جاتا ہے۔ تو پھر پیغمبروں کی تو بڑی شان ہے۔ ان کے خبر دینے سے کیونکر نہ یقین آئے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اصل توحید کا حکم اور شرک کا منع اللہ صاحب نے ہر کسی سے عالم ارواح میں کہہ دیا ہے اور سارے پیغمبر اسی کی تائید میں آئے ہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پانچواں سبق

توحید کے بارے میں عہد و پیمان تم نے سنا اب رسالت کے بارے میں بھی عہد و پیمان سننا ضروری ہے۔

جو حضور پر نور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں انبیاء علیہم السلام سے روز میثاق لیا گیا ہے۔

پیارے شاگردو! جس طرح شرک سے بچ کر توحید کا ماننا ضروری ہے اسی طرح رسالت کا ماننا بھی فرض ہے۔ توحید کے خلاف کا نام شرک ہے اور رسالت کے خلاف کا نام کفر ہے۔ خالی توحید کا تو ابلیس بھی قائل تھا مگر کس کام آئی۔ لہٰذا غور سے سنو تمہارا رب عزوجل فرماتا ہے۔

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ○ فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ○ (پ۳ سورۃ آل عمران آیت ۸۱،۸۲)

اور یاد کر اے محبوب جب خدا نے عہد لیا پیغمبروں سے کہ جو میں تم کو کتاب و حکمت دوں پھر تمہارے پاس آئے رسول تصدیق فرماتا اس کی جو تمہارے ساتھ ہے، تو تم ضرور ہی اس پر ایمان لانا اور بہت ضرور اس کی مدد کرنا پھر فرمایا کیا تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا بھاری ذمہ لیا سب انبیاء نے عرض کی کہ ہم ایمان لائے فرمایا ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں سے ہوں اب جو اس اقرار کے بعد پھر یگا فاسق ٹھہرے گا۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب سے فرمایا کہ یاد کرا ے محبوب جب تیرے رب نے تمام پیغمبروں سے تیری نبوت اور رسالت کے بارے میں عہد لیا کہ میں تم کو کتاب وحکمت دوں پھر اس کتاب وحکمت کی تصدیق فرماتا ہوا ہمارا رسول آئے تو تم اس کی تصدیق کرنا اس پر ایمان لانا اور بہت ضرور اس کی مدد کرنا پھر فرمایا کہ تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا بھاری ذمہ بھی لیا تو تمام رسولوں اور پیغمبروں نے جواب میں عرض کی کہ ہاں ہم اقرار کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے ان سب سے فرمایا کہ تم سب ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں۔ اب جو اس قول وقرار کے بعد پھرے گا فاسق ٹھہرے گا۔

مسلمان! اس آیت کریمہ کے مضمون کو ایمانی نگاہوں سے دیکھیں کہ بارگاہ الٰہی میں تمہارے پیارے رسول سب نبیوں کے سردار محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کیا شان ہے۔ پہلی بات دیکھنے کی یہ ہے کہ سب انبیاء علیہم السلام معصوم ہیں۔ ان حضرات سے حکم الٰہی کا خلاف ہرگز ممکن نہیں یہی کافی تھا کہ انہیں حکم فرمادیا جاتا کہ جب وہ نبی تمہارے پاس آئے اس پر ایمان لانا اور اس کی مدد کرنا، مگر اتنے پر بس نہ فرمایا بلکہ ان سے عہد وپیمان لیا، اقرار کرایا اور توحید کے اقرار کے بعد دوسرا عہد وپیمان تھا جیسے کلمہ طیبہ میں لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے ساتھ ساتھ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰه ہے کہ ظاہر ہو تمام مخلوق پر پہلا فرض اللہ کی ربوبیت کا اور پھر اس کے برابر رسالت محمدیہ پر ایمان لانا ہے (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)۔ دوسرے اس عہد کو لام قسم سے مؤکد فرمایا "لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّه" جس طرح نوابوں سے بادشاہوں کی بیعت پر قسمیں لی جاتی ہیں۔ تیسرے اس کی خوبیاں وہی خوب جانتے ہیں جن کو عربی سے پوری پوری واقفیت ہے کہ یہاں نون تاکید کا ہے یعنی ضرور مدد کرنا اور

اس پر ایمان لانا۔ چوتھے نون تاکید کا اور وہ بھی ثقیلہ لاکر ثقل تاکید کو اور دوبالا فرمایا، یعنی ضرور ضرور اس رسول پر ایمان لانا، اور اس کی مدد کرنا پانچواں یہ کمال اہتمام تو دیکھو حضرات انبیاء علیہم السلام ابھی جواب نہ دینے پائے کہ خود ہی اللہ تعالیٰ تقدیم فرما کر پوچھتا ہے ''ءَ اَقْرَرْتُمْ'' کیا تم اس بات کا اقرار کرتے ہو؟ یعنی بہت ہی جلد جواب لینا ہے کہ تم میرے محبوب پر ایمان لانے اور مدد کرنے کا اقرار کرو تو میں تم کو نبوت اور کتاب وحکمت دوں۔ چھٹے اتنے پر بھی بس نہ فرمائی بلکہ ارشاد ہوا ''وَاَخَذْتُمْ عَلٰی ذٰلِکُمْ اِصْرِیْ'' یعنی خالی اقرار نہیں بلکہ اس پر میرا بھاری ذمہ بھی لو۔ ساتویں ''علیہ'' یا ''علی ھذا'' کی جگہ ''عَلٰی ذٰلِکُمْ'' فرمایا کہ یہ اشارہ اہل نظر کے نزدیک بڑی عظمت وشان پر دلالت کرتا ہے۔ آٹھویں اور ترقی ہوئی۔ ''فَاشْھَدُوْا'' ۔ یعنی انبیاء علیہم السلام نے جب حضور پر ایمان لانے اور مدد کرنے کا وعدہ کیا تو فرمایا ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ حالانکہ معاذ اللہ اقرار کر کے مکر جانا ان پاک ہستیوں سے ممکن نہ تھا۔ نویں کمال عظمت محبوب کی ظاہر فرماتا ہے کہ فقط ان کی گواہیوں پر بھی اکتفا نہ ہوئی بلکہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے ''وَاَنَا مَعَکُمْ مِنَ الشّٰھِدِیْنَ'' میں خود بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں۔ دسویں، سب سے زیادہ دیکھنے کی بات یہ ہے کہ اس قدر تاکیدوں کے بعد باوجودیکہ انبیاء علیہم السلام کو عصمت عطا فرمائی یہ سخت شدید تاکید فرمائی گئی یعنی ڈرایا گیا، خوف دلایا گیا کہ ''فَمَنْ تَوَلّٰی بَعْدَ ذَالِکَ فَاُولٰئِکَ ھُمُ الْفَاسِقُوْنَ۔ اب جو اس قرار سے پھرے گا فاسق ٹھہرے گا۔ مسلمانو! دیکھو اللہ تعالیٰ جل وعلا نے اپنی ربوبیت اور معبود ہونے کا تمام روحوں سے عالم ارواح میں اقرار لیا اور اپنے حبیب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان لانے کا اقرار جماعت انبیاء علیہم السلام سے لیا۔

اپنی ربوبیت اور معبود برحق ہونے کے اقرار کا آدم علیہ السلام کو اور زمین و آسمان کے چودہ طبق کو گواہ کیا اور محبوب کی رسالت پر ایمان لانے کے عہد و پیان کا گواہ آدم علیہ السلام سے لیکر عیسیٰ علیہ السلام تک تمام انبیاء علیہم السلام کو کیا اور خود رب العزت بھی ان کے ساتھ اس عہد و اقرار کا گواہ ہوا۔

اس سے معلوم ہوا کہ تمام لوگوں کو شرک سے بچنے اور توحید کا اقرار لینے کا حقیقی منشاء ہی یہ تھا کہ آدم علیہ السلام کی ساری اولاد کو انبیاء علیہم السلام کی طرف مائل کیا جائے اور جب انبیاء علیہم السلام کے یاد دلانے سے ان کی قومیں شرک سے تائب ہو کر دامن توحید میں آئیں تو اس وقت انبیاء علیہم السلام میرے حبیب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نعت اور صفات ان کو سنائیں اور بتائیں کہ یہ وہ اللہ کے پیارے رسول ہیں جن پر ایمان لانے کا اور ان کی پیروی اور مدد کرنے کا ہم سے عہد و پیان لیا گیا ہے تم لوگ جب نبی آخر الزمان کا زمانہ پاؤ تو ان پر ایمان لانا اگر اس عہد و پیان کو اور اس آیہ کریمہ کے مضمون کو ایمانی نگاہوں سے دیکھو گے تو تم اس نتیجہ پر پہنچو گے کہ آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد کی پیدائش کا سبب ہی پیارے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات بابرکات ہے کہ اگر یہ نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا جیسا کہ اس حدیث سے ثابت ہے۔ حاکم وبیہقی وطبرانی ابونعیم ابن عساکر، امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

لَمَّا اقْتَرَفَ آدَمُ الْخَطِيْئَةَ قَالَ رَبِّ اَسْئَلُكَ وَبِحَقِّ مُحَمَّدٍ لَمَّا غَفَرْتَ لِيْ قَالَ وَكَيْفَ عَرَفْتَ

یعنی آدم علیہ السلام نے اپنے رب سے عرض کی اے رب میرے صدقہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا میری مغفرت

قَالَ اِذَاخَلَقْتَنِی بِیَدِکَ وَتَصْخَت فِیْ مِنْ رُوْحِکَ فَرَفَعْتَ رَاسِیْ فَرَأَیْتُ عَلٰی قَوَائِمِ الْعَرْشِ مَکْتُوْبًا لَآ اِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ فَعَلِمْتُ اِنَّکَ لَمْ تَصِفُ اِلَی اسْمِکَ اِلاَّ اَحَبَّ الْخَلْقِ اِلَیْکَ قَالَ صَدَقْتَ یَاآدَمُ وَلَوْلَا مُحَمَّدٌ مَاخَلَقْتُکَ (وَفِیْ رَوَایَۃ عِنْدَ الْحَاکِم) فَقَالَ اللّٰہ تَعَالٰی صَدَقْتَ یَاآدَمُ اِنَّہٗ لَا حَبَّ الْخَلْقِ اِلٰی مَااِذَا سَئَلْتَنِیَ بَحِقِّہٖ فَقَدْ غَفَرْتُ لَکَ وَلَوْ لَا مُحَمَّدٌ مَا غَفَرْتُ لَکَ وَمَا خَلَقْتُکَ ۔

فرمارب العالمین نے فرمایا تو نے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کیونکر پہچانا عرض کی جب تو نے مجھے اپنے دست قدرت سے بنایا اور مجھ میں اپنی روح ڈالی میں نے سر اٹھایا تو عرش اعظم کے پایوں پر لا الــــہ الاالـلــــہ محمدرسول الله لکھاپایا میں نے جانا کہ تو نے اپنے نام کے ساتھ اسی کا نام ملایا ہے جو تجھے تمام مخلوق سے زیادہ پیارا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے آدم تو نے سچ کہا بیشک وہ مجھے تمام جہان سے زیادہ پیارا ہے اب کہ تو نے اس کے حق کا وسیلہ کر کے مجھ سے مانگا تو میں تیری مغفرت کرتا ہوں اور اگر محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہ ہوتا تو میں تیری مغفرت نہ کرتا نہ تجھے بناتا۔

بیہقی وطبرانی کی روایت میں ہے کہ آدم علیہ السلام نے عرض کی۔

رَأَیْتُ فِیْ کُلِّ مَوْضَعِ مِنَ الْجَنَّۃِ مَکْتُوْبًا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ

میں نے جنت میں ہر جگہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ لکھا دیکھا

رَسُوْلُ اللّٰهِ فَعِلِمْتُ اَنَّهٗ اَكْرَمُ خَلْقِكَ عَلَيْكَ۔

تو جانا کہ وہ تیری بارگاہ میں تمام مخلوق سے زیادہ عزت والا ہے۔

آجری کی روایت میں ہے۔

فَعِلِمْتُ اَنَّهٗ لَيْسَ اَحَدٌ اَعْظَمُ قَدْرًا عِنْدَكَ مِمَّنْ جَعَلْتُ اِسْمُهٗ مَعَ اِسْمُكَ۔

مجھے یقین ہوا کہ کسی کا رتبہ تیرے نزدیک اس سے بڑا نہیں جس کا نام تو نے اپنے نام کے ساتھ رکھا ہے۔

حاکم بافادہ تصحیح عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی

اَوْحَى اللّٰهُ تَعَالٰى اِلٰى عِيْسٰى اَنْ اٰمِنْ بِمُحَمَّدٍ وَاْمُرْ مَنْ اَدْرَكَ مِنْ اُمَّتِكَ اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِهٖ فَلَوْلَا مُحَمَّدٌ مَا خَلَقْتُ آدَمُ وَلَا الْجَنَّةَ وَلَا النَّارَ وَلَقَدْ خَلَقْتُ الْعَرْشَ عَلَى الْمَاءِ فَاضْطَرَبَ فَكَتَبْتُ عَلَيْهِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ فَسَكَنَ۔

اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کو وحی بھیجی اے عیسیٰ ایمان لا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اور تیری امت سے جو لوگ اس کا زمانہ پائیں انہیں حکم کر کہ اس پر ایمان لائیں کہ اگر محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہ ہوتے تو میں آدم کو نہ پیدا کرتا نہ جنت کو نہ دوزخ کو بناتا جب میں نے عرش کو پانی پر بنایا اسے جنبش دی میں نے اس پر لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ لکھ دیا ٹھہر گیا

دنیا اور اہل دنیا کو صرف حضور کی عزت وشان دکھانے کیلئے پیدا فرمایا گیا اگر حضور نہ ہوتے تو دنیا ہی نہ ہوتی

ابن عساکر حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کی گئی اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا

عیسیٰ علیہ السلام کو روح القدس سے بنایا ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل فرمایا، آدم علیہ السلام کو برگزیدہ کیا۔ حضور کو کیا فضل دیا فوراً جبریل علیہ الصلوۃ والتسلیم نازل ہوئے اور عرض کی حضور کا

رب عزّوجل ارشاد فرماتا ہے

اِنْ کُنْتُ اتَّخَذْتُ اِبْرَاھِیْمَ خَلِیْلًا فَقَدْ اتَّخَذْتُکَ حَبِیْبًا وَاِنْ کُنْتُ کَلَّمْتُ مُوْسٰی فِی الْاَرْضِ تَکْلِیْمًا فَقَدْ کَلَّمْتُکَ فِی السَّمَآءِ وَاِنْ کُنْتُ خَلَقْتُ عِیْسٰی مِنْ رُّوْحِ الْقُدُسِ فَقَدْ خَلَقْتُ اسْمَکَ مِنْ قَبْلِ اَنْ اَخْلُقَ الْخَلْقَ بِاَلْفَیْ سِنَۃً وَلَقَدْ وَطَاتُ فِی السَّمَاءِ مَوْطِئًا لَمْ یَطَاہُ اَحَدٌ قَبْلَکَ وَلَا یَطَاہُ اَحَدٌ بَعْدُکَ وَاِنْ کُنْتُ اصْطَفَیْتُ آدَمَ فَقَدْ خَتَمْتُ بِکَ الْاَنْبِیَاءَ وَمَا خَلَقْتُ خَلْقًا اَکْرَمُ عَلَیَّ مِنْکَ (وَسَاقَ الْحَدِیْث اِلٰی اِنْ قَالَ) ظِلّ عَرْشِیْ فِی الْقِیٰمَۃِ عَلَیْکَ مَمْدُوْدٌ تَاجُ الْحَمْدِ

اگر میں نے ابراہیم کو خلیل کیا، تمہیں حبیب کیا اور موسیٰ سے زمین میں کلام فرمایا تم سے آسمان میں کلام فرمایا اور اگر عیسیٰ کو روح القدس سے بنایا تو تمہارا نام آفرینش خلق سے دو ہزار برس پہلے پیدا کیا اور بیشک تمہارے قدم آسمان میں وہاں پہنچے جہاں نہ تم سے پہلے کوئی گیا نہ تمہارے بعد کسی کی رسائی اور اگر میں نے آدم کو برگزیدہ کیا تمہیں ختم الانبیاء ٹھہرایا اور تم سے زیادہ عزت وکرامت والا کسی کو نہ بنایا۔ قیامت میں میرے عرش کا سایہ تم پر گسترده حمد کا تاج تمہارے سر پر آراستہ تمہارا نام میں نے اپنے نام سے ملایا کہ کہیں میری یاد نہ ہو جب تک تم میرے ساتھ یاد نہ کئے جاؤ اور بیشک میں نے دنیا اور

عَلٰی رَاسِکَ مَعْقُوْدٌ وَقَرَنْتُ اِسْمَکَ مَعَ اِسْمِیْ فَلَا اُذْکَرُ فِیْ مَوْضَعٍ حَتّٰی تُذْکَرُ مَعِیَ وَلَقَدْ الدُّنْیَا وَاَهْلَهَا لَاَ عْرَفَهُمْ کَرَامَتَکَ وَمَنْزِلَتَکَ عِنْدِیْ وَلَوْ لَاکَ مَا خَلَقْتُ الدُّنْیَا۔

اہل دنیا کواس لئے بنایا کہ جوعزت ومنزلت تمہاری میرے نزدیک ہے ان پر ظاہر کروں اگرتم نہ ہوتے میں دنیاکونہ بناتا۔

﴿۵﴾ دیلمی حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

اَتَانِیْ جِبْرِیْلُ فَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ یَقُوْلُ لَوْ لَاکَ مَا خَلَقْتُ الْجَنَّةَ وَلَوْلَاکَ مَا خَلَقْتُ النَّارَ۔

میرے پاس جبریل نے حاضر ہوکر عرض کی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اگرتم نہ ہوتے میں جنت کونہ بناتا اور اگرتم نہ ہوتے میں دوزخ کونہ بناتا، یعنی آدم وعالم سب تمہارے طفیلی ہیں تم نہ ہوتے توفرمانبردار گنہگار کوئی نہ ہوتا۔ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

ان احادیث کا خلاصہ : یہ ہے کہ آدم علیہ السلام گندم کھا کر جب جنت سے باہر لائے گئے تو تین سو برس تک گریہ زاری کرتے رہے اور اللہ سے مغفرت طلب کرتے رہے مگر کوئی نتیجہ نہ نکلا جب انہوں نے ہمارے نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وسیلہ پیش کیا تو اللہ تعالیٰ کا دریائے رحمت جوش میں آگیا اور پوچھا کہ اے آدم تم نے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کیسے پہچانا، عرض کی کہ جب میری آنکھ کھلی تو

عرش کے پایوں پر تیرے نام کے ساتھ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام لکھا دیکھا اس سے میں نے جان لیا کہ یہی تیری بارگاہ میں سب سے زیادہ پیارے ہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا سچ ہے، بیشک محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مجھے ساری مخلوق میں سب سے زیادہ پیارے ہیں اب جبکہ تم نے میرے محبوب کے وسیلے سے مغفرت چاہی تو میں مغفرت کرتا ہوں اور اے آدم تم کو اور تمہاری اولاد کو صرف اس لئے پیدا کیا کہ میرے حبیب کا مرتبہ پہچانیں کہ اگر محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پیدا کرنا منظور نہ ہوتا تو اے آدم میں تم کو پیدا نہ کرتا، غور کرو کہ آدم علیہ السلام پیدا نہ ہوتے تو ان کی اولاد بھی نہ ہوتی۔ اس سے صاف صاف معلوم ہو گیا کہ حضور ہی کی شان وعزت دکھانے کیلئے آدم علیہ السلام اور ان کی ساری اولاد کو اللہ نے پیدا فرمایا اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب آدم علیہ السلام کی دعا بغیر وسیلے کے قبول نہ ہوئی تو ہماری دعائیں حضور کے وسیلے کے بغیر کیسے قبول ہوں گی۔ آدم علیہ السلام کے اس واقعہ سے ان کی ساری اولاد کو سبق دینا تھا کہ دیکھو جب کہ ہم نے تمہارے سب کے باپ آدم علیہ السلام کی بغیر اپنے حبیب کے وسیلے کے کوئی بات نہ سنی تو تم کس شمار میں ہو۔

لہٰذا تم بھی جب کبھی ہم سے کچھ طلب کرو تو ہمارے حبیب کے وسیلے سے طلب کرنا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ آدم علیہ السلام کی پیدائش کا سبب بھی حضور ہی کی ذات ہے تو جب آدم علیہ السلام نہ ہوتے تو اولاد کہاں سے ہوتی، جنت، دوزخ کس کیلئے ہوتے، جزا وسزا کس کے لئے مقرر کی جاتی، زمین وآسمان بھی نہ بنائے جاتے تو ہر مسلمان کو جان لینا چاہئے کہ زمین وآسمان عرش وکرسی، لوح وقلم، جنت ودوزخ، چاند وسورج، حور وملک، جن وبشر، بحر وبر، سنگ وشجر غرضکہ ہر چیز، ہر ہر مخلوق اور

اور سچے مومن بن جاؤ) سو جیسے ظاہر میں متقیوں کو فاسقوں کے ہاتھ سے اور مسلمانوں کو کافروں کے ہاتھ سے اللہ کے ارادے سے ایذا پہنچ جاتی ہے اور ان کو وہاں صبر ہی کرنا پڑتا ہے اور دین بگاڑنا نہیں پہنچتا۔ اسی طرح کبھی کبھی نیک آدمی کو جن اور شیاطین کے ہاتھوں سے اللہ کے ارادے سے ایذا پہنچ جاتی ہے سو اس پر صبر ہی کرنا چاہئے اور ان کو ہرگز نہ ماننا چاہئے (یہ بات بالکل غلط ہے کہ نیک آدمی کو جن اور شیطان کے ہاتھ سے ایذا پہنچتی ہے بلکہ وہ لوگ جو کلمہ بھی صحیح طور پر پڑھنا نہیں جانتے نہ نماز یاد نہ غسل کرنے کا طریقہ یاد ہر وقت نجس اور ناپاک رہتے ہیں ممکن ہے کہ ایسے لوگوں کو جن اور شیطان ستاتے ہوں ورنہ نیک مسلمان سے اور جن اور شیطان سے کیا واسطہ اور وہ انہیں کیوں ماننے لگا) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص (مشرک) شرک سے بیزار ہو کر اوروں (یعنی جھوٹے معبودوں) کو ماننا چھوڑ دے اور ان کی نذر و نیاز ماننے کو (جیسے کہ مشرک لوگ اپنے بتوں پر چڑھاوے چڑھاتے تھے) برا جانے اور غلط رسموں کو اٹھانے لگے اور اس میں اس کو کچھ نقصان مال یا اولاد کا جان کا پہنچ جائے یا شیطان کسی پیر و شہید کا نام لیکر ایذا دینے لگے تو اس پر صبر کرے اور اپنی بات پر قائم رہے اور یہ سمجھیں کہ اللہ میرا دین جانچتا ہے اور جیسے اللہ صاحب ظالم آدمیوں کو ڈھیل دیکر پکڑتا ہے اور مظلوموں کو ان کے ہاتھ سے چھڑاتا ہے اسی طرح ظالم جنوں کو بھی اپنے وقت پر پکڑے گا، اور نیک آدمیوں کو ان کی ایذا سے بچائے گا (مگر جن کو جن اور شیطان کو شیطان تو آپ خود بھی مان رہے ہیں اور اس بات کے بھی قائل ہیں کہ اللہ نے انہیں ایذا دینے کی قدرت دی ہے پھر اگر کوئی محبوبان خدا انبیاء و اولیاء وغیرہ کیلئے یہ عقیدہ رکھے کہ اللہ ہی نے انہیں یہ قدرتیں دی ہیں کہ وہ ہر جگہ مدد کرتے ہیں اور اللہ کی عطا

سے عالم میں تصرف کرتے ہیں تو جناب کے نزدیک شرک اور جا بجا اسی کتاب میں لکھا ہے کہ خواہ یہ عقیدہ رکھے کہ یہ بات ان کو اپنی ذات سے حاصل ہے خواہ اللہ کے دینے سے ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے) تو جن اور شیطان میں ایذائیں دینے کی قدرت مان کر مولوی اسماعیل اپنے ہی فتوے سے خود ہی مشرک ہوئے کہ نہیں یا یہ حکم جرنیلی عام مسلمانوں ہی کیلئے ہے معلوم ہوا کہ جب جن اور شیاطین کو اللہ نے ایذائیں دینے کی قدرتیں دیدیں اور اللہ کے ارادے سے لوگوں کو ایذائیں پہنچاتے ہیں تو انبیاء اولیاء کو کیا کچھ قدرتیں نہ ملیں ہوں گی اور محبوبان خدا اللہ کے ارادے سے عالم میں کیسے کیسے تصرفات کرتے ہونگے۔

(تفویۃ الایمان) وَاَخْرَجَ الشَّیْخَانِ عَنْ اِبْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَجُلٌ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اَیُّ الذَّنْبِ اَکْبَرُ عِنْدَ اللّٰہِ قَالَ اَنْ تَدْعُوْ لِلّٰہِ نِدًّا وَھُوَخَلَقَکَ ۔ مشکوۃ کے باب الکبائر میں لکھا ہے کہ بخاری و مسلم نے ذکر کیا کہ ابن مسعود نے نقل کیا کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کون سا گناہ بہت بڑا ہے اللہ کے نزدیک فرمایا یہ کہ پکارے تو کسی کو اللہ کی طرح کا ٹھہرا کر اور حالانکہ اللہ ہی نے تجھ کو پیدا کیا۔

(ف) یعنی جیسے کہ اللہ کو سمجھتے ہیں کہ وہ ہر جگہ حاضر و ناظر ہے اور سب کام اسی کے اختیار میں ہیں، سو ہر مشکل کے وقت یہی سمجھ کر اس کو پکارتے ہیں۔ سو کسی اور کو اس طرح کا سمجھ کر پکارنا نہ چاہئے (ہاں اس طرح سمجھ کر پکارنے میں کوئی حرج نہیں کہ اللہ نے اسے یہ قدرت دی ہے اللہ کی دی ہوئی قدرت سے ہماری مدد کر سکتا ہے ہماری بات سن سکتا ہے یعنی حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جیسے بت پرست اپنے بتوں کو اللہ ہی کی طرح کا ٹھہرا کر پکارتے تھے، ایسا ٹھہرا کر کسی کو مت پکارو ورنہ اگر بیٹا

باپ سمجھ کر پکارے یا شاگرد استاد کو استاد سمجھ کر پکارے یا مرید اپنے پیر کو پیر سمجھ کر پکارے یا امتی اپنے نبی کو نبی سمجھ کر پکارے تو ہر طرح جائز ہے، اسلئے کہ ان کو اللہ کی طرح ٹھہرا کر نہیں پکارا جاتا (کہ سب سے بڑا گناہ ہے اول تو یہ بات خود غلط ہے کہ کسی کو کچھ حاجت برلانے کی طاقت ہوئے یا ہر جگہ حاضر و ناظر ہو بھلا بت کسی کی حاجت روائی کرے گا جس پر مکھی بیٹھے تو اڑا بھی نہیں سکتا نہ کہ حاضر و ناظر۔۔۔ کہ جس کا پوجنے والا سامنے کھڑا ہو تو اسے بھی نہیں دیکھ سکتا) دوسرے جب ہمارا خالق اللہ ہے اور اس نے ہم کو پیدا کیا تو ہم کو بھی چاہئے کہ اپنے ہر کاموں پر اسی کو پکاریں اور کسی سے ہم کو کیا کام (اس کا مطلب یہ نہیں کہ بیٹے کو کوئی جوتے مارنے لگے تو وہ باپ کو نہ پکارے یا پولیس سے فریاد نہ کرے بلکہ مطلب یہ ہے) کہ جیسے کوئی ایک بادشاہ کا غلام ہو چکا ہو وہ اپنے ہر کام کا علاقہ اسی سے رکھتا ہے دوسرے بادشاہ سے بھی نہیں رکھتا (یعنی غلام اگر دوسرے بادشاہ سے علاقہ رکھے گا تو باغی کہلائے گا تو پھر جھوٹے معبودوں کا) اور کسی چوہڑے چمار کا تو ذکر کیا ہے (ہاں خود بادشاہ کی طرف سے جو مقرر کیئے ہوئے ہیں اور جن کو اختیارات دے ہوئے ہیں اور جن کی طرف رجوع کرنے اور حاجتیں لیجانے کا بادشاہ نے حکم دیا ہے ان کو چوہڑا چمار بتانے والا، بادشاہ نے ان کو جو اختیارات دیئے ہیں ان کا انکار کرنے والا بھی باغی ہے بلکہ ان کو اگر چھوڑ کر عام لوگ بادشاہ کے حضور درخواست بھیج دیتے ہیں تو عام طور سے یہ دیکھا گیا ہے کہ یا تو وہی درخواست اٹھا کر ان مقرر کردہ حاکموں کے پاس بھیج دی جاتی ہے یا فرما دیا جاتا ہے کہ اپنے ضلع کے مجسٹریٹ کو درخواست دو، اسی طرح ہمارے تمہارے شہنشاہ معبود برحق جل جلالہ نے ہمیں تمہیں سب کو حکم دیا۔

وَلَوْ اَنَّھُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ جَآءُوْکَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰہَ وَاسْتَغْفَرَ لَھُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰہَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا (پ۵ سورۃ النساء آیت ۶۴)	اور اگر وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں (تو اے حبیب) تیرے حضور حاضر ہوں پھر اللہ سے بخشش چاہیں اور معافی چاہے ان کیلئے رسول تو بے شک اللہ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔

یعنی جن لوگوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا خطائیں کیں، گناہ کیئے اگر وہ چاہتے ہیں کہ اللہ ہمارے گناہ بخش دے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جاؤک یعنی اے حبیب وہ تیرے پاس آئیں تیرے دربار میں حاضر ہوکر اللہ سے معافی چاہیں اور اے حبیب تو بھی ان کیلئے بخشش چاہے تو اللہ ان کے گناہ بخش دے گا، دیکھو گناہوں کی بخشش کتنی بڑی حاجت ہے کہ اس سے بڑھ کر کوئی حاجت نہیں، اتنی بڑی حاجت کی طلبی کیلئے اللہ نے کعبے میں نہ بلایا، مسجد میں نہ بلایا بلکہ اپنے حبیب کے دربار میں حاضر ہوکر اللہ سے معافی مانگنے کا حکم فرمایا پھر اس پر یہ بھی شرط لگائی کہ تیرے دربار میں آکر بھی اگر کوئی اپنے گناہوں کی معافی مانگے مگر جب تک اے حبیب تو بھی ان کی سفارش نہ کرے معافی نہ ہوگی۔

شاگرد :حضور یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے وہ یہ کہ ایک شخص رہنے والا پورب کا ہے اور حضور کی بارگاہ مغرب میں ہے تو یہ شخص اپنے گناہوں کی معافی کیلئے پورب سے پچھم کیسے پہنچ سکتا ہے مثلاً غریب ہے موت کا وقت قریب ہے ہر طرح مجبور ہے اور قرآن شریف میں یہ حکم ہے کہ جاءوک یعنی گنہگار تیرے دربار میں آئیں تو یہ شخص اپنے گناہوں کی معافی کیلئے دربار رسول کیونکر پہنچ سکتا ہے۔

استاد :اللہ تعالیٰ کا کوئی حکم ایسا نہیں جو کسی پر دشوار ہو جیسا کہ اس آیہ کریمہ میں

فرمایا ''لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا'' (پارہ ۳ البقرہ ۲۸۶) یعنی اللہ تعالیٰ وسعت سے زیادہ کسی کو مکلّف نہیں فرماتا یعنی کوئی ایسا حکم دیتا جو امکان سے باہر ہو یا تکلیف دہ ہو اس کا مطلب ظاہر ہے کہ اگر وہاں کی حاضری تمہارے امکان سے باہر ہے تو اپنی جگہ پر دربار رسول کا تصور کرلو اور اپنے کو دربار رسول میں حاضر جانو اور یقین جانو اور یقین رکھو کہ ہم حضور کے دربار میں حاضر ہیں اور حضور ہمیں دیکھ رہے ہیں ہمارے الفاظ کو سن رہے ہیں جیسا کہ اس حدیث سے ثابت ہے۔

﴿﴾ طبرانی معجم کبیر میں اور نعیم ابن حماد کی کتاب الفتن میں اور ابو نعیم حلیہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

اِنَّ اللّٰہَ قَدْ رَفِعَ لِیَ الدُّنْیَا فَاَنَا اَنْظُرُ اِلَیْھَا وَاِلٰی مَا ھُوَ کَائِنُ فِیْھَا اِلٰی یَوْمَ الْقِیَامَۃِ کَاَنَّمَا اَنْظُرُ اِلٰی کَفِّی ھٰذِہٖ۔

بے شک اللہ عزوجل نے میرے سامنے پردہ دنیا کو اٹھالیا تو میں اس دنیا کو اور جو کچھ اس میں ہونے والا ہے قیامت تک اس سب کو ایسا دیکھتا ہوں جیسے اپنی اس ہاتھ کی ہتھیلی کو دیکھتا ہوں دیکھو یہ ارشاد تمہارے پیارے نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہے کہ دنیا کی ہر ہر چیز میرے سامنے ایسی ہی ہے جیسے کہ میری ہتھیلی کہ اس کا کوئی حصہ میری نظر سے پوشیدہ نہیں۔

تو اب بات بالکل صاف ہوگئی کہ اللہ نے اتنی بڑی حاجت یعنی طالب مغفرت کیلئے جب اپنے حبیب کا آستانہ بتایا تو اور حاجتیں اس سے پیچھے ہیں کہ ان سب کا

تعلق دنیا سے ہے اور یہ حاجتیں ایسی ہیں کہ جس پر بخشش کا دارومدار ہے اور یہ بھی آفتاب سے زیادہ روشن ہوگا کہ دنیا کی کوئی شے حضور سے پوشیدہ نہیں جیسے کہ ہمارے دلوں مین جو خطرے گزرتے ہیں وہ بھی روشن کیونکہ وہ بھی شے میں داخل ہے اور کتاب کے شروع میں تم نے وہ آیت بھی پڑھی ہے۔

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ (پ۱۴ سورۃ نحل آیت ۸۹)۔	اُتاری ہم نے تجھ پر ایسی کتاب جس میں ہر چیز کا روشن ثبوت اور تفصیلی بیان ہے۔

اور حضور اس کے عالم تو ضرور ہیں کہ دلوں کے خطرے، ارادے نیتیں سب حضور پر روشن، لہٰذا جب کوئی گنہگار امتی اپنے گناہوں کی بخشش چاہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے محبوب کے دربار میں آئے اور حضور کا دربار ہر جگہ ہے کہ عالم میں کوئی ذرہ حضور سے پوشیدہ نہیں اور یہی معنی حاضر وناظر کے ہیں اور یہ صفت خاص ضرور یقیناً اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عطا فرمائی، جیسا کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں

يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيرًا (پ۲۲ سورۃ الاحزاب آیت ۴۵)۔	اے نبی بیشک ہم نے تمہیں بھیجا گواہ (یعنی حاضر وناظر) خوشخبری دیتا اور ڈرسناتا۔

دوسری آیت:

وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰؤُلَاءِ شَهِيْدًا (پ۵ سورۃ النساء آیت ۴۱)	ہم تمہیں ان سب (لوگوں) پر گواہ بنا کر لائیں گے۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آدم علیہ السلام کی ساری

اولاد کے گواہ بن کر قیامت کے دن اللہ عزوجل کے حضور میں گواہی دینگے کہ کس نے فرمانبرداری کی اور کس نے نافرمانی کی۔ اب یہ بات غور کرنے کی ہے کہ گواہ کون بن سکتا ہے کس کی گواہی معتبر ہے۔ اس کی جس نے اس فعل یا اس واقعہ کو اپنی آنکھ سے دیکھا ہو اور وہاں موجود بھی ہو جب حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سب آدمیوں کے گواہ ہیں تو ضرور سب کی حالتوں سے واقف ہیں ازل سے ابد تک سارے عالم سے باخبر ہیں اور ہر ذرہ حضور کے پیش نظر ہے۔ دلوں کے حالات، خطرے، ارادے نیتیں سب ان پر روشن نہیں تو گواہ کیسے ہو سکتے ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ شاہد کے معنی بھی حاضر کے ہوتے ہیں جیسے کہ جنارہ کی نماز میں ہم تم سب پڑھتے ہیں۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِحَیِّنَا وَمَیِّتِنَا وَشَاهِدِنَا وَغَائِبِنَا۔ یعنی اے اللہ بخش دے ہمارے زندہ کو اور ہمارے مردہ کو اور ہمارے حاضر کو اور ہمارے غائب کو

چاہو تو تم خود دیکھ لو کہ اس دعا کا ترجمہ جو لکھا ہے اس میں شاہد کے معنی حاضر لکھے ہیں اس سے بھی معلوم ہوا کہ حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ فرماتا ہے کہ ہم نے تمہیں حاضر بنا کر بھیجا اور جو بینا حاضر ہے وہ ناظر ضرور ہے کیونکہ یہ بات تو عقل کے بھی خلاف ہے کہ کوئی آنکھوں والا حاضر ہو اور ناظر نہ ہو، یعنی اگر کوئی کہیں حاضر ہے تو کیا آنکھیں بند کرے گا لہٰذا اس آیہ کریمہ سے دونوں طرح خوب ثابت ہوا کہ اللہ نے ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاضر و ناظر بنا کر بھیجا اور وہ حدیث بھی جو اوپر گذری تم نے سنی کہ حضور فرماتے ہیں کہ میں دنیا اور جو کچھ اس میں ہونے والا ہے، قیامت تک دیکھ رہا ہوں جیسے اپنی اس ہاتھ کی ہتھیلی کو اب جو اس قسم کی

آیات واحادیث کے سننے کے بعد پھر کہے یا لکھے یا ایسا عقیدہ رکھے کہ اللہ کی عطا سے بھی حضور کو حاضروناظر جاننا شرک ہے وہ حدیث وقرآن کا منکر ہے اوراس سے اس پر کفر ثابت ہوتا ہے۔

(تفویۃ الایمان) اَخْرَجَ التِّرْمِذِیُ عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی یَابْنَ آدَمَ اِنَّکَ لَوْ یَقِیْتَنِیْ بِقِرَابِ الْاَرْضِ خَطَایَا ثُمَّ یَقِیْتَنِیْ لَا تُشْرِکُ بِیْ شَیْئًا لَّا تَیْتُکَ بِقِرَابِھَا مَغْفِرَۃ ۔ مشکوۃ کے باب الاستغفار میں لکھا ہے کہ ترمذی نے ذکر کیا کہ انس نے نقل کیا رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہا کہ اللہ صاحب نے فرمایا کہ آدم کے بیٹے بیشک تو مجھ سے ملے دنیا بھر کے گناہ لیکر، پھر ملے تو مجھ سے تو کہ نہ شریک سمجھتا ہو میرا کسی کو، تو بیشک لے آؤں میں تیرے پاس بخشش اپنی دنیا بھر۔ (ف) یعنی اس دنیا میں سب گنہگاروں نے گناہ کئے ہیں کہ فرعون بھی اس دنیا میں تھا اور ہامان بھی اس میں بلکہ شیطان بھی اس میں ہے پھر یوں سمجھے کہ جتنے گناہ ان سب گنہگاروں سے ہوئے ہیں (سوایک آدمی سب کچھ کرے) لیکن شرک سے پاک ہو تو جتنے اس کے گناہ ہیں اللہ صاحب اتنی ہی بخشش کرے گا۔ (کیسی پر فریب عبارت ہے کہ فرعون، ہامان شیطان وغیرہ کے جتنے گناہ ہیں وہ سب کرے یعنی انہوں نے خدائی کا دعویٰ کیا، یہ شخص بھی کرے انہوں نے اللہ کے رسول کی رسالت کا انکار کیا، یہ شخص بھی کرے فقط شرک سے پاک رہے تو بخش دیا جائیگا۔ معلوم نہیں کہ مولوی صاحب کے نزدیک شرک کون سے جانور کا نام ہے، بالفرض اگر یہ مان بھی لیا جائے تو خدارا یہ تو بتاؤ کہ شیطان کی توحید میں کیا فرق تھا، کونسا نقص تھا ابلیس نے کونسا شرک کیا تھا، جس کی بدولت وہ راندہ گیا ہمیشہ کیلئے لعنت کا طوق گلے میں

پڑا، اگر کلمہ پڑھنے والے صرف اسی بات کو سمجھ لیں اور یہی راز ان کی عقل میں آجائے تو سب کچھ ہے یعنی ابلیس کے مردود ہونے کا سبب صرف حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے نور پاک کی تعظیم کا انکار ہے تو آجکل جولوگ رسول پاک کی تعظیم سے جلتے ہیں وہ تو مردویت اور کفر میں ابلیس سے بھی درجوں بڑھ گئے ہیں مولیٰ تعالیٰ ایمان دے) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ توحید (ورسالت) کی برکت سے سب گناہ بخشے جاتے ہیں، جیسے شرک کی شامت (اور رسولوں کی تعظیم کے انکار) سے سب اچھے کام ناکارے ہو جاتے ہیں، اور یہی حق ہے اسلئے کہ جب شرک سے آدمی پوراپاک ہوگا کہ کسی کو اللہ کے سوا مالک (حقیقی) نہ سمجھے اور اس کے سوا کہیں بھاگنے کی جگہ نہ جانے اور اسکے دل میں خوب ثابت ہو جائے کہ اس کے تقصیروار کو اس سے بھاگ کر کہیں پناہ نہیں اور اس کے مقابل کسی کا زور نہیں چلتا۔ (مگر یہ کہ مسلمانوں پر افتراء وبہتان ہے کوئی گنوار سا گنوار جاہل سا جاہل مسلمان بھی کسی نبی یا ولی کے زور کو اللہ تعالیٰ کے مقابل ہرگز نہیں مانتا لیکن جو زور خود اللہ تعالیٰ نے اپنی مرضی سے اپنے محبوبوں کو عطا فرمایا ہے جس کو وہ حضرات اسی کے حکم اور اسی کی مرضی کے تحت استعمال فرماتے ہیں اس کا انکار کرنا بھی غلط اور قرآن وحدیث کے خلاف ہے) اور اس کے روبرو کسی کی حمایت نہیں چلتی، اور کوئی کسی کی سفارش اپنے اختیار سے نہیں کرسکتا (اللہ نے اپنے رسولوں کو شفاعت کا مالک فرما دیا ہے تو یہ اختیار اللہ ہی کا دیا ہوا ہے کہ وہ اپنے گنہگار امتیوں کی شفاعت کریں گے حمایت کریں گے) سو جب یہ بات خوب اس کے دل میں ثابت ہو جائے پھر جتنے گناہ اس سے ہوں گے سو بشریت کی راہ سے ہوں گے یا بھول چوک کر اور ان گناہوں کا ڈر اس کے دل پر گھرا ہوگا اور ان سے ایسا بیزار ہوگا اور شرمندہ کہ اپنی جان

سے بھی تنگ ہو گا اور بیشک ایسے آدمی پر اللہ کی رحمت آتی ہے (اور اللہ کی رحمت حضور ہی تو ہیں۔ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ) سو جوں جوں اس سے گناہ ہوں گے اسی کے موافق اس کی یہ حالت بڑھے گی اور جس قدر کہ یہ حالت بڑھے گی اسی قدر اللہ کی رحمت بڑھے گی سو جان لینا چاہئے کہ جس کی توحید کامل ہے اس کا گناہ وہ کام کرتا ہے کہ اوروں کی عبادت وہ کام نہیں کر سکتی فاسق موحد ہزار درجے بہتر ہے متقی مشرک سے، جیسے رعیت تقصیروار ہزار درجہ بہتر ہے باغی خوشامدی سے کہ یہ اپنی تقصیر پر شرمندہ ہے اور وہ اپنے فریب پر مغرور (مگر یاد رکھو کہ اصل توحید کیا چیز ہے حقیقتاً توحید کا ماننا جب ہی کارآمد ہو گا جب اس کے محبوبوں اور رسولوں کا حق بھی اچھی طرح پہچانے ابلیس کی توحید میں کوئی نقص نہ تھا مگر اس نے اللہ کے محبوب کا حق نہ پہچانا اور محبوب کی تعظیم کا انکار ایسا گناہ قرار پایا کہ ہزار وں برس کی عبادت خاک میں مل گئی اس کی توحید مردود کر دی گئی جو اس راز سے واقف ہے وہی ایمان میں کامل ہے اس عبارت میں مولوی اسماعیل دہلوی نے صاف بتا دیا کہ آدمی مشرک ہوتے ہوئے بھی متقی ہو سکتا ہے) اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اِنْ اَوْلِيَآ ؤُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ (پ۹ سورۃ الانفال آیت ۳۴) یعنی اللہ کے ولی وہی ہیں جو متقی ہیں

تو امام الوہابیہ نے مشرکوں کو بھی اللہ کا ولی بنا دیا، اس سے بڑھ کر اور کیا کفر و شرک ہو گا یہ ہے وہابیوں کی شرک سے محبت اور توحید سے عداوت۔

ایمان والوں کیلئے ایک عجیب قابل قدر تحفہ، حقیقت کا انکشاف

ہر شخص جو ذرا سی عقل رکھتا ہو، جانتا ہے کہ بجلی کی روشنی سے لوگوں کو کتنا بڑا

فائدہ ہے اور یہ بھی جانتا ہے کہ بجلی سے فائدہ حاصل کرنے کیلئے دو تاروں کی ضرورت ہوتی ہے کبھی کسی جگہ ایک تار نہیں دیکھا گیا اور یہ بھی نہیں کہ راستے میں کسی نے دوسرا تار جوڑ دیا ہو بلکہ اصل بجلی کے خزانہ ہی سے دونوں تار آپس میں ساتھ ساتھ ملے چلے آتے ہیں اور ہر ہر شہر اور شہر کے ہر ہر محلہ میں اور پھر بستی کے ہر ہر مکان میں اور دکان میں غرض جہاں جہاں تم بجلی کی روشنی وغیرہ دیکھو گے وہاں تار بھی دو ہی ملیں گے جن لوگوں نے بجلی ایجاد کی ہے وہ کوشش کرتے کرتے تھک گئے مگر ایک تار سے کام نہ چلا سکے پھر بھی شرط ہے اس میں ایک تار سرد ہے اور ایک گرم اگر تم لوگ اس راز سے خبردار نہ ہو تو جو لوگ بجلی کا کام کرتے ہیں اور اس کے اصلی راز سے واقف ہیں ان سے دریافت کر دیکھو وہ تمہیں بتائیں گے کہ ہاں واقعی، فی الحقیقت یہی بات ہے کہ اس میں ایک تار گرم ہے اور دوسرا ٹھنڈا، اس سے معلوم ہوا کہ بجلی کی روشنی اس وقت مل سکتی ہے جب دونوں تاروں کا جوڑ سے جوڑ خوب مضبوطی کے ساتھ جڑا ہوا ہو۔ اگر ایک تار جوڑا جائے کبھی روشنی حاصل نہ ہو گی اگر دونوں تار ٹھنڈے ہوں تب بھی روشنی نہیں ملے گی اور دونوں تار گرم ہوں تب بھی روشنی نہیں ملے گی۔ بلاتشبیہ

ایمان کی روشنی حاصل کرنے کیلئے گرم اور سرد دو تاروں کی ضرورت ہے

جن کا کنکشن ہر کلمہ پڑھنے والا اپنے دل کے میٹر سے جب تک خوب پختگی اور مضبوطی کے ساتھ نہ جوڑے گا۔ ہرگز ہرگز نور ایمان حاصل نہیں ہو سکتا، اب یہ بات

غور کرنے کی ہے کہ وہ دو تار کون سے ہیں۔

(۱) اللہ رب العزت جل وعلا اپنے لئے فرماتا ہے۔

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ o حمد اسے جو رب ہے عالمین کا۔

(۲) اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیلئے فرماتا ہے۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ o (پ ۱۷ سورۃ الانبیاء آیت ۱۰۷) نہ بھیجا ہم نے تجھ کو مگر عالمین کیلئے رحمت بنا کر۔

یعنی اللہ رب العالمین اور حضور رحمۃ للعالمین، معلوم ہوا کہ رب کی ربوبیت گویا بجلی کا گرم تار ہے ..... کہ اس میں شان جلال ہے۔ حضور کی رحمت گویا بجلی کا ٹھنڈا تار ہے...... کہ اس میں شان جمال ہے۔

اب یہ دیکھنا چاہئے کہ عالمین کسے کہتے ہیں، عالمین کسی شہر کسی ملک کسی بستی کسی محلہ کا یا کسی قوم کا نام نہیں بلکہ عالمین کہتے ہیں ماسوی اللہ کو، یعنی اللہ کے سوا جو کچھ ہے اس سب کو عالمین کہتے ہیں، آسمان وزمین، عرش وکرسی، لوح وقلم، جنت ودوزخ، چاند وسورج، حور وملک، جن وبشر، بحر وبر، سنگ وشجر، چرند وپرند انبیاء علیہم السلام اور ان کی ساری امتیں، آدم علیہ السلام اور ان کی ساری اولاد سمندر کا ایک ایک قطرہ، زمین کا ہر ہر ذرہ، درخت کا ایک ایک پتہ وغیرہ وغیرہ یہ سب کے سب عالمین میں داخل ہیں، ان سب کا اللہ تعالیٰ جل وعلا رب ہے اور ان سب کیلئے حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رحمت۔

؎ جس طرح رب کی ربوبیت عام اسی طرح حضور کی رحمت عام
ربوبیت کے معنی ہیں پرورش رحمت کے معنی ہیں بخشش

اور یہ بات عقل کی راہ سے یقینی طور پر سمجھ میں آتی ہے کہ پرورش بغیر بخشش محال ہے یعنی اگر کوئی بادشاہ اپنی رعایا کی پرورش کرنا چاہے تو جب تک وہ اپنے خزانے سے تمام چیزوں کی بخشش نہ فرمائے تب تک پرورش نہیں ہو سکتی، معلوم ہوا کہ ربوبیت اور رحمت کے دونوں تار جس وقت اور جس ساعت سے ماسوی اللہ کا وجود ہوا یعنی ہر ہر شے پیدا ہوئی اسی وقت اور اسی ساعت سے ساتھ ساتھ ملے جلے چلے آتے ہیں اور ان دونوں تاروں کا وصل جب سے اب تک اور اب سے قیامت تک ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ اسی لئے اس قسم کے جملے فطرتاً ہر مسلمان کی زبان سے بے ساختہ اور بلا تکلف نکلتے رہتے ہیں کہ عالم میں جس کسی کو جو کچھ ملا اللہ کی رحمت سے ملا اور آئندہ جس کسی کو جو کچھ ملے گا اللہ کی رحمت سے، یعنی نبیوں کو نبوت ملی تو اللہ کی رحمت سے، ولیوں کو ولایت ملی تو اللہ کی رحمت سے، اماموں کو امامت ملی تو اللہ کی رحمت سے بادشاہوں کو بادشاہت ملی تو اللہ کی رحمت سے ہمیں تمہیں اور سب مسلمانوں کو عزت ملی تو اللہ کی رحمت سے، رزق ملا تو اللہ کی رحمت سے، اولاد ملی تو اللہ کی رحمت سے، غرض دنیا میں دین میں ارض وسما میں آسمانوں کے اوپر اور زمین کے نیچے کے طبقوں میں جس کسی کو جو کچھ ملا یا ملتا ہے یا ملے گا سب اللہ کی رحمت سے ملا اور ملتا ہے اور ملے گا اسی لئے رب العزت جل وعلا فرماتا ہے۔

رَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ (پارہ ۹ سورۃ الاعراف آیت ۱۵۶) میری رحمت ہر چیز کو عام ہوئی۔

آیات قرآنیہ سے معلوم ہو گیا۔ کہ تمام عالمین سارے جہان جملہ کائنات جمیع مخلوقات کیلئے اللہ تعالیٰ کی رحمت پہنچنے کا ذریعہ و وسیلہ و واسطہ صرف حضور رحمۃ للعالمین ہی ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم) اس سے معلوم ہوا اور آفتاب کی طرح یہ بات

روشن اور ظاہر ہوگئی۔ اور اس میں کسی عقلمند کو ذرہ برابر سوچنے اور سمجھنے کی ضرورت نہ رہی کہ اللہ کی رحمت ہر جگہ موجود ہے تمام موجودات عالم کی ہر ہر چیز سے باخبر ہے۔ انسان ہوں یا حیوان جنات ہوں یا فرشتے، آسمان کا ستارا ہو یا زمین کا کوئی ذرہ غرض کہ سب کی ضرورتوں کا اللہ کی رحمت کو ہر وقت اور ہر ساعت کا علم ہے اللہ کی رحمت اس سے بھی واقف ہے کہ بارش کب ہونا چاہئے اور کب ہوگی۔ اللہ کی رحمت کو یہ بھی معلوم ہے کہ کس کو بیٹی دیں اور کس کو بیٹا، اللہ کی رحمت یہ بھی جانتی ہے کہ کون کہاں مرے گا اور کون کب پیدا ہوگا اور اللہ کی رحمت کو یہ بھی معلوم ہے کہ کل کیا ہوگا اور کس کو کیا دینا ہے، اللہ کی رحمت کو یہ بھی معلوم ہے کہ قیامت کے قریب کیا کیا نشانیاں ظاہر ہوں گی اور اللہ کی رحمت، عالم کی ہر ہر چیز سے خبردار نہ ہو تو اس تک کیسے پہنچ سکتی ہے عالم کا ذرہ ذرہ دریا کا قطرہ قطرہ اور درختوں کا پتہ پتہ یہ سب اللہ کی رحمت کے محتاج ہیں اگر اللہ کی رحمت ان سے بے خبر ہو تو ان کی پرورش ہو ہی نہیں سکتی پھر محض علم ہونا اس وقت تک کارآمد نہیں ہو سکتا جب تک کہ ہر چیز تک پہنچنے کی اس میں قدرت نہ ہو بس یہی معنی حاضر و ناظر کے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے جب اس کی رحمت ہر چیز کیلئے عام ہے تو کیا یہ صفت اور قدرت اللہ نے اپنی رحمت کو نہ دی ہوگی یقیناً اللہ کی رحمت ہر جگہ موجود ہے۔ اب صرف یہ بات سمجھنے کیلئے رہ گئی ہے کہ اللہ کی رحمت کیا چیز ہے۔ تو یہ سب سے پہلے بتایا جا چکا ہے کہ "وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ" یعنی اے محبوب ہم نے آپ کو عالمین کیلئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کی رحمت ہی کا دوسرا نام محمد ہے (صلی اللہ علیہ وسلم)

یعنی جس طرح اللہ رب العالمین اسی طرح اس کی عطا اور دین سے حضور

رحمۃ اللعالمین ۔ اور اللہ سب کا پالنے والا ہے حضور اللہ کی رحمت اور رحمت کے معنی ہیں بخشش اور بخشش بغیر، پرورش محال، اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کی عطا سے حضور یقیناً حاضر وناظر ہیں کہ عالم کا کوئی ذرہ کسی درخت کا کوئی پتہ کسی کے دل کا کوئی خطرہ ایسا نہیں جو حضور پر روشن نہ ہو۔

یہاں ذاتی اور عطائی کا فرق ہے

یعنی اللہ اپنی ذات سے شہید وبصیر ہے اور حضور اللہ کی عطا سے حاضر وناظر ہیں جس نے اس مضمون کو سمجھ لیا اس کو اب اس کی ضرورت نہیں رہی کہ حضور کے غیب دان یعنی عالم ماکان ومایکون ہونے میں اور حضور کے حاضر وناظر ہونے میں کسی قسم کا شک وشبہ کرے کہ یہ دونوں صفتیں بھی اللہ تعالےٰ نے اپنے حبیب رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائیں اگر دیگر آیات واحادیث واقوال ائمہ مفسرین ان سب مسائل میں نہ بھی پیش کئے جائیں تو ایمان والوں کیلئے یہی ایک مثال تمام ہی صفات وکمالات، تصرفات واختیارات وغیرہ کیلئے کافی زیادہ ہے کہ سب کچھ حضور کو بعطا الٰہی حاصل ہے جو لوگ حضور رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے حاضر وناظر ہونے اور عالم ماکان ومایکون ہونے کے منکر ہیں انہوں نے اللہ کی رحمت کو نہیں پہچانا اور جو اللہ کی رحمت کو نہیں پہچان سکا۔ وہ اللہ کو کیا پہچانے گا ایسے لوگ حضور کی صفات کا انکار نہیں کرتے بلکہ حقیقت میں وہ خدا کی قدرت کے منکر ہیں اور توحید کی آڑ میں خدا کی شان گھٹاتے ہیں۔ حضور کیلئے تو علم غیب کم وبیش منکرین بھی تسلیم کرتے ہیں۔ زیادہ تر چون وچرا علوم خمسہ میں کرتے ہیں۔ جن کا اوپر ذکر کیا گیا یعنی (۱) بارش کب ہو گی۔ (۲) ماں کے پیٹ میں نر ہے یا مادہ (۳) کون کس زمین پر مرے گا (۴) اس کی خبر رکھنا کہ کل کیا ہوگا۔ (۵) قیامت کب ہوگی۔ اب یا تو یہ کہہ دیا

جائے کہ اللہ کی رحمت کو ان پانچوں باتوں کا علم نہیں تو اس سے ان دونوں آیتوں کا انکار لازم آئے گا جن کا اوپر بیان ہوا اور سب یہ کفر ہے اور اگر اللہ کی رحمت کیلئے یہ سب باتیں تسلیم ہیں تو حضور کیلئے کیوں انکار ہے۔ اللہ کی رحمت حضور ہی تو ہیں دوسری بات یہ کہ عالم میں جس کسی کو کچھ ملا یا ملتا ہے یا ملے گا سب اللہ کی رحمت سے ملا اور ملتا ہے اور ملے گا۔ اس سے کسی کو انکار نہیں تو اس بات کے سمجھنے میں کیوں تامل ہے۔ یہ کہتے کیوں زبان رکتی ہے اور مسلمانوں کے اس عقیدے کو کیوں شرک بتایا جاتا ہے جو کچھ ملا حضور سے ملا اور اسی راز کو حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس حدیث میں ظاہر فرمایا ہے۔ اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰهُ يُعْطِيْ ۔ جز ایں نیست بے شک اللہ دیتا رہتا ہے اور میں بانٹتا ہوں۔ یہ حدیث صحیح بخاری کی ہے اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے یعنی حضور فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ دیتا ہے اور میں تقسیم فرماتا ہوں۔ اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

؎ رب ہے معطی یہ ہیں قاسم رزق اس کا ہے کھلاتے یہ ہیں
رب کی بخشش ان کا صدقہ دیتا وہ ہے دلاتے یہ ہیں

غرض: یہ ہیں دونوں تار جن کا وصل ایسا ہے جو ایک آن کیلئے کسی وقت جدا نہیں اس حدیث میں کسی نعمت، کسی دولت، کسی فضل، کسی کمال کی تخصیص نہیں ہے۔ کہ کونسی چیز اللہ دیتا ہے لہ اسے حضور بانٹتے ہیں چونکہ ہر چیز اللہ ہی دیتا ہے اور جب حضور قاسم ہیں یعنی بانٹنے والے تو ہر چیز حضور ہی تقسیم فرماتے ہیں۔ اور جب اس حدیث سے یہ ثابت ہو گیا اور یہ بات آفتاب کی طرح روشن اور ظاہر ہو گئی کہ ہر چیز اللہ دیتا ہے اور بانٹنے والے حضور ہیں تو اب مانگنے والوں کے ہاتھ مانگتے وقت کس

کے سامنے پھیلنا چاہئیں اسی کے حضور پھیلنا چاہئیں۔ جو بانٹتا ہے عام طور سے دیکھا گیا ہے کہ جب کسی جگہ تقریب وغیرہ میں کوئی چیز تقسیم ہوتی ہے تو مالک خود نہیں تقسیم کرتا بلکہ اپنے کسی خاص دوست کے سپرد کر دیتا ہے وہی دوست بانٹتا ہے اور لینے والے سب اسی کے آگے ہاتھ پھیلاتے ہیں لہٰذا مسلمانوں کا حضور پرنور قاسم ہر نعمت سے کسی حاجت یا مدعا کا طلب کرنا اور اَغِثْنِیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ کہہ کر امداد طلب کرنا یقیناً اور درست اور بجا اور حق ہے ان باتوں کو ناجائز اور حرام یا شرک کہنے والے کا ایمان قرآن وحدیث پر نہیں ہے نہ وہ آج تک اس راز کو سمجھا ہے یا اگر سمجھا ہے تو جان بوجھ کر مخالفت کرتا ہے تو ایسے شخص کے کفر میں اور ابوجہل کے کفر میں کوئی فرق نہیں ابوجہل بھی جانتا تھا کہ حضور نبی ہیں اللہ کے رسول ہیں مگر پھر بھی زبان سے انکار ہی کرتا رہا قرآن شریف شاہد ہے کہ یہ لوگ آپ کو اپنی اولاد سے زیادہ پہچانتے ہیں مگر شقاوت ازلی کلمہ پڑھنے سے روکتی ہے یہ حصہ صرف اہل ایمان ہی کا ہے دوسرے کا نہیں۔

مومن کامل خوب جانتا ہے کہ یہ دونوں تار جب تک دل کے میٹر سے نہ جوڑے جائیں نور ایمان حاصل ہونا محال ہے کوئی مشرک یا کافر جب اپنے شرک وکفر سے تائب ہو کر دائرہ اسلام میں آتا ہے تو سب سے پہلی شرط یہی ہوتی ہے کہ لَآ اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ پڑھے اور یہی نہیں کہ بس زبان سے کہہ لے بلکہ اسی کی دل سے تصدیق کرے غور تو کرو یہ کیا ہے یہ وہی دونوں تار ہیں۔ لَآ اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہُ میں شان جلال ہے یعنی گرم تار ہے اور مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ میں شان جمال یعنی سرد تار ہے اور دونوں تار یا دونوں جملے ملکر ایک کلمہ کہلاتا ہے۔ معلوم ہوا کہ ایک تار پکڑے دوسرے کو توڑے یا ایک تار کا کنکشن دل کے میٹر میں لگائے اور دوسرے تار کا کنکشن دل کے

میٹر سے نہ جوڑے فقط زبان سے کہہ لیا کرے اس سے کیا ہوتا ہے نور ایمان کی ہو ابھی نہیں پا سکتا۔ مومن کامل ہونا تو بڑی بات ہے، اور اس کی بڑی مثال ابلیس لعین کی تمہارے سامنے موجود ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی طرف نور محمدی کی تعظیم کیلئے سجدے کا حکم دیا، بانکار پیش آیا یعنی سجدہ نہ کیا۔ ہزاروں برس کی عبادت خاک میں ملی۔ دیکھو ابلیس محض توحید کا اقراری تھا۔ اگر رسالت کے تار کا کنکشن بھی دل کے میٹر سے لگا لیتا اور نور محمدی کی تعظیم سے انکار نہ کرتا۔ بارگاہ الٰہی سے مردود نہ ہوتا عبادت رائیگاں نہ جاتی۔ ہمیشہ کیلئے لعنت کا طوق گلے میں نہ پڑتا۔ کلمہ پڑھنے والے سبق لیں کہ ابلیس جو ہزاروں برس سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا ایک ہی مرتبہ نور حبیب کی تعظیم سے منہ موڑا ساری عبادت برباد ہو گئی آجکل جو لوگ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم سے جلتے ہیں اور تعظیم کرنے والوں کو مشرک اور بدعتی کہتے ہیں ان کی چند روزہ عبادت کس کام آئے گی، اگر تم ٹھنڈے دل سے اس بات کو سوچو اور غور کرو تو اس نتیجہ پر پہنچو گے کہ ایسے لوگ ابلیس سے بھی کہیں زیادہ مردود اور ملعون ہیں۔ کہ جو کام اس نے ایک دفعہ کیا یہ وہی کام روز کرتے ہیں اور حضور کی تعظیم سے جلنا اور حضور کی شان گھٹانا ان کا پیشہ ہو گیا ہے۔ افسوس صد افسوس، اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

ے وہ حبیب پیارا تو عمر بھر کرے فیض وجود ہی سربسر
ارے تجھ کو کھائے تپ سقر ترے دل میں کس سے بخار ہے
یہ ہے دین کی تقویت اس کے گھر یہ ہے مستقیم صراط شر
جو شقی کے دل میں گاؤ خر تو زباں پہ چوڑا چمار ہے

یاد رکھو! صانع کی قدرت صنعت سے پہچانی جاتی ہے اگر کسی کی بنائی ہوئی چیز

میں کوئی عیب یا نقص نکالا جائے تو وہ عیب حقیقت میں اس چیز کے بنانے والے پر جاتا ہے اس صانع مطلق نے ساری مخلوق میں سب سے افضل واعلیٰ بلند وبالا، رفعت وشان والا اپنے پیارے حبیب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بنایا، فن وکمال میں، جاہ جلال میں، حسن وجمال میں، اس محبوب کا سا آج تک کسی نے دیکھا نہ سنا، سچ تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کو اپنی قدرت کاملہ کا نمونہ بنا کر بھیجا ہے۔ حضور کی ذات وصفات میں عیب نکالنا اللہ تعالیٰ کی شان گھٹانا ہے، منکرین اور منافقین اتنا ہی نہ سمجھ سکے کہ سوائے ذبح کے اور کوئی مقام ایسا ڈھونڈھے بھی شاید نہ ملے کہ جہاں اللہ نے اپنی یاد کرائی ہو اور ساتھ میں محبوب کی یاد نہ کرائی ہو، تکبیر میں دیکھو، کلمہ میں دیکھو اذان میں دیکھو کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کے ساتھ ساتھ حضور کا ذکر موجود، یہاں تک کہ نماز جیسی عبادت وہ بھی بغیر ذکر مصطفےٰ کے مردود یعنی نماز میں التحیات کے اندر حضور پر سلام عرض کیا جاتا ہے۔ پھر درود شریف پڑھا جاتا ہے وغیرہ وغیرہ۔
حاصل کلام یہ ہے کہ بجلی کے دو تار گرم وسرد ملکر روشنی حاصل ہو سکتی ہے یہ دونوں تار ہیں جن کا جلوہ ایمان والے ہر جگہ دیکھتے ہیں۔

؎ اذاں کیا جہاں دیکھو ایمان والو   پس ذکر حق ذکر ہے مصطفےٰ کا

....

؎ تکبیر میں کلمہ میں نمازوں میں اذاں میں   ہے نام الٰہی سے ملا نام محمد
(صلی اللہ علیہ وسلم)

....

کلام پاک میں ایسی آیتیں بکثرت ہیں جن میں یہی راز پوشیدہ ہے چند آیات نقل ہیں۔

﴿آیت پہلی کہ اللہ ورسول نے اپنے فضل سے غنی کر دیا﴾

وَمَا نَقَمُوٓا اِلَّآ اَنۡ اَغۡنٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوۡلُهٗ مِنۡ فَضۡلِهٖ (پ۱۰ سورۃ التوبہ آیت ۷۴)

اور انہیں کیا برا لگا یہی نا کہ انہیں دولت مند کر دیا۔ اللہ اور اللہ کے رسول نے اپنے فضل سے

ایمان والو دیکھو تمہارا رب خود فرماتا ہے کہ اللہ اور اللہ کے رسول نے دولت مند کر دیا اپنے فضل سے، لہٰذا عرض کرو کہ اے اللہ کے رسول مجھے اور سب مسلمانوں کو دین و دنیا کا دولت مند کر اپنے فضل سے،

؎ میں گدا تو بادشاہ بھر دے پیالہ نور کا — نوردن دونا ترا دے ڈال صدقہ نور کا

آیت دوسری کہ اللہ ورسول کے دینے پر راضی ہونے والے اور اللہ ورسول دونوں ہی سے فضل کی امید رکھنے والے ہی اللہ کی طرف رغبت والے ہیں

وَلَوۡ اَنَّهُمۡ رَضُوۡا مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوۡلُهٗ ۙ وَقَالُوۡا حَسۡبُنَا اللّٰهُ سَيُؤۡتِيۡنَا اللّٰهُ مِنۡ فَضۡلِهٖ وَرَسُوۡلُهٗۤ ۙ اِنَّاۤ اِلَى اللّٰهِ رٰغِبُوۡنَ (پ۱۰، التوبہ آیت ۵۹)۔

اور کیا اچھا ہوتا اگر وہ اس پر راضی ہوتے جو اللہ ورسول نے ان کو دیا اور کہتے اللہ ہمیں کافی ہے اب دیتا ہے ہمیں اللہ اپنے فضل سے اور اللہ کا رسول، ہم اللہ کی طرف رغبت والے ہیں یعنی مسلمان وہی ہے جو اللہ ورسول دونوں ہی کے دیئے پر راضی ہو، اللہ ورسول سے فضل کی اور ملنے کی امید رکھے کہ اب دیں گے اللہ ورسول اپنے فضل سے

(ف) اس سے معلوم ہوا جو کوئی یہ کہے کہ رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا اس نے رسول کو نہیں پہچانا اور جو رسول کو نہیں پہچانتا وہ خدا کو نہیں پہچان سکتا، کیونکہ خدا وہی چاہتا ہے جو اس کا رسول چاہتا ہے کبھی ایسا ہوا ہی نہیں کہ رسول نے کسی بات کو چاہا ہو اور خدا نے وہی نہ کیا ہو جو دعا فرمائی ہو قبول نہ ہوئی ہو۔

تیسری آیت کہ رسول کی اطاعت اور فرمانبرداری اللہ ہی کی اطاعت اور فرمانبرداری ہے

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ جس نے رسول کی اطاعت کی تحقیق اس نے خدا کی اطاعت کی۔

(پ۵ سورۃ النساء آیت ۸۰)

(ف) اس آیت میں اللہ اپنے رسول کی اطاعت کو اپنی اطاعت فرما رہا ہے اور اطاعت بغیر غلامی ناممکن یعنی جیسے کوئی غلام اپنے آقا کی اطاعت کرتا ہے تم میرے حبیب کے غلام بن کر اس سے کہیں زیادہ اطاعت کرو کہ وہ میری ہی اطاعت ہے یہ بھی یاد رکھنے کی بات ہے کہ اطاعت دو وجہ سے ہوتی ہے یا تو ڈر سے یا محبت سے، مگر ڈر سے جو کسی کا حکم مانا جاتا وہ قابل قدر نہیں ہوتا جتنا کہ کسی کی محبت میں سرشار ہو کر اس کے حکم پر عمل کرنے کی قدر ہوتی ہے۔ لہٰذا مسلمان کو چاہئے کہ اللہ کے اس فرمان کی قدر کریں کہ اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں سرشار ہو کر اس کے پیارے رسول کی اطاعت کریں تا کہ اللہ خوش ہو، اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ رسول کی اطاعت حقیقتاً اللہ کی عبادت ہے۔

آیت چوتھی کہ اللہ کے رسول کے ہاتھ پر بیعت کرنا اللہ سے بیعت کرنا ہے

اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ بے شک جو لوگ (اے حبیب) تجھ

اللّٰہَ یَدُاللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ (پ۲۶ سورۃ فتح آیت۱۰) — سے بیعت کرتے ہیں وہ تو اللہ ہی سے بیعت کررہے ہیں۔ اللہ کا ہاتھ ہے ان کے ہاتھوں پر

(ف) اس آیت سے معلوم ہوا کہ رسول کا ہاتھ اللہ کا ہاتھ ہے یعنی رسول کی ہر چیز اللہ ہی کی ہے۔ ان کی اطاعت، اللہ کی اطاعت، ان کا ہاتھ اللہ کا ہاتھ، ان کا دیدار، خدا کا دیدار، ان کی محبت خدا کی محبت، ان کی تعظیم خدا کی تعظیم، ان کا دربار خدا کا دربار، ان کی رضا خدا کی رضا، ان سے طلب خدا سے طلب، ان سے استعانت خدا سے استعانت، ان کا بندہ خدا کا بندہ، ان کی توہین خدا کی توہین۔ ان کی تعظیم سے انکار، خدا کی تعظیم سے انکار، ان کے دربار سے روگردانی خدا کے دربار سے روگردانی، جو رسول کیلئے ان تمام باتوں کو شرک کہے وہ مسلمان نہیں یہاں فرق حقیقت ومجاز کا ہے۔

ام المومنین حضرت صدیقہ آپ سے عرض کرتی ہیں مَا اَرٰی رَبَّکَ اِلَّا یُسَارِعُ فِی ھَوَاکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ۔ میں حضور کے رب کو دیکھتی ہوں کہ آپ کی خواہش مراد میں جلدی وشتابی کرتا ہے۔ ہاں ہاں بے شک لَا رَادَّ لِقَضَائِہٖ وَلَا مُعَقِبَ لِحُکْمِہٖ ۔یہ جو کچھ چاہتے ہیں وہی ان کا مولیٰ چاہتا ہے۔

آیت پانچویں کہ اللہ ورسول سے آگے نہ بڑھو

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ (پارہ۲۶ سورۃ حجرات آیت۱) — اے ایمان والو۔ اللہ ورسول سے آگے نہ بڑھو۔

(ف) ایمان والو! دیکھا تم نے اپنے رسول کی شان، خوب یاد رکھو تمہارے

رسول کی سب شانیں اللہ ہی کی شانیں ہیں ان کی شان گھٹانے والا اللہ کی شان گھٹاتا ہے ایمان والا ہرگز ہرگز ایسی بات لکھنا یا کہنا تو درکنار سننا بھی گوارہ نہیں کریگا جیسی کہ تفویۃ الایمان میں وہابیہ کے پیشوا نے لکھ ڈالی کہ معاذ اللہ "ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا اللہ کی شان کے آگے چمار سے زیادہ ذلیل ہے"۔ دیکھو ایمان والو! انبیاء علیہم السلام، اللہ کی بڑی مخلوق ہیں اور سب نبیوں کے سردار تمہارے رسول ہیں اس کلمہ میں ان سب کی شان میں کتنی بڑی گستاخی ہے کہ یہ بد دین چمار سے زیادہ ذلیل لکھتا ہے یعنی چمار کی عزت ہے مگر معاذ اللہ بس قلم لکھتے ہوئے تھراتا ہے۔

دیکھو! تمہارے پیارے رسول کی شان کو اللہ کس طرح بڑھاتا ہے۔

آیت چھٹی کہ رسول کے حکم کو اپنا حکم فرما کر مسلمانوں کو حکم فرماتا ہے کہ جو نہ مانے گمراہ ہے

مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا	نہیں پہنچتا کسی مسلمان مرد نہ کسی مسلمان
قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ	عورت کو جب حکم دیں اللہ و رسول کسی
يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ	بات کا کہ انہیں کچھ اختیار رہے اپنی
وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ	جانوں کا، اور جو حکم نہ مانے اللہ و رسول
فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا (پ۲۲	کا تو وہ صریح گمراہی میں بہکا۔

سورۃ الاحزاب آیت ۳۶)

❁ آئمہ مفسرین فرماتے ہیں حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے قبل طلوع آفتاب اسلام، زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو مول (خرید کر) لیکر آزاد فرمایا۔ متبنیٰ (یعنی بیٹا بنایا تھا) حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہما کہ حضور سید عالم صلی اللہ

علیہ وسلم کی پھوپی امیہ بنت عبد المطلب کی بیٹی تھیں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے
انہیں حضرت زید رضی اللہ عنہ سے نکاح کا پیغام دیا اول تو راضی ہوئیں اس گمان
سے کہ حضور اپنے لئے خواستگاری فرما رہے ہیں جب معلوم ہوا کہ زید رضی اللہ تعالیٰ
عنہ کیلئے طلب ہے انکار کیا اور عرض کر بھیجا کہ یارسول اللہ میں حضور کی پھوپھی کی
بیٹی ہوں ایسے شخص کے ساتھ اپنا نکاح پسند نہیں کرتی اور ان کے بھائی عبد اللہ بن
جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اسی بنا پر انکار کیا اس پر یہ آیہ کریمہ اتری اسے سنکر
دونوں بہن بھائی رضی اللہ تعالیٰ عنہما تائب ہوئے اور نکاح ہو گیا اس سے معلوم ہوا
کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے کام فرض ہو جاتا ہے اگرچہ فی نفسہ فرض نہ ہو
ظاہر ہے کہ کسی عورت پر اللہ عزوجل کی طرف سے فرض نہیں کہ فلاں سے نکاح پر
خواہی نخواہی راضی ہو جائے خصوصاً جبکہ وہ اس کا کفو نہ ہو خصوصاً جب کہ عورت کی
شرافت خاندان کواکب ثریا سے بھی بلند و بالاتر ہو بایں ہمہ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ
وسلم کا دیا ہوا پیام نہ ماننے پر رب العزت جل جلالہ نے بعینہ وہی الفاظ
ارشاد فرمائے جو کسی فرض پر فرمائے جاتے اور رسول کے نام پاک کیساتھ اپنا نام
اقدس بھی شامل فرمایا یعنی رسول جو بات تمہیں فرمائیں وہ اگرچہ ہمارا فرض نہ تھا تو
اب ان کے فرمانے سے فرض قطعی ہو گیا۔ مسلمانوں کو اس کے نہ ماننے کا اصلاً
اختیار نہ رہا جو نہ مانے گا صریح گمراہ ہو جائیگا۔ دیکھو! رسول کے حکم دینے سے کام
فرض ہو جاتا ہے اگرچہ فی نفسہ خدا کا فرض نہ تھا ایک مباح و جائز امر تھا لہٰذا ائمہ
دین خدا اور رسول کے فرض میں فرق فرماتے ہیں کہ خدا کا کیا ہوا فرض اس فرض
سے اقویٰ ہے جسے رسول نے فرض کیا ہے اور ائمہ محققین فرماتے ہیں کہ احکام
شریعت حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو سپرد ہیں جو بات چاہیں واجب کر دیں جو

چاہیں ناجائز فرمادیں جس چیز یا شخص کو جس حکم سے چاہیں مستثنیٰ کردیں زیادہ تفصیل کیلئے۔ "الامن والعلی" دیکھئے۔

آیت ساتویں کہ ایمان والا وہی ہے جو اللہ ورسول دونوں ہی کو راضی کرے

وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ اِنْ كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ ۔(پ۱۰ سورۃ توبہ آیت ۶۲)

اللہ ورسول زیادہ مستحق ہیں اس کے کہ لوگ انہیں راضی کریں اگر ایمان رکھتے ہیں۔

مسلمانو! دیکھ رہے ہو دونوں تاروں کا وصل اور سنو۔

آیت آٹھویں کہ اللہ ورسول کا مقابلہ کرنے والا جہنمی ہے

اَلَمْ يَعْلَمُوْۤا اَنَّهٗ مَنْ يُّحَادِدِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاَنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيْهَا ذٰلِكَ الْخِزْيُ الْعَظِيْمُ ۝ (پ۱۰ سورۃ التوبہ آیت ۶۳)

انہیں خبر نہیں کہ جو مقابلہ کرے اللہ ورسول سے تو اس کیلئے دوزخ کی آگ ہے جس میں ہمیشہ رہے گا اور وہی بڑی رسوائی ہے۔

آیت نویں کہ جو اللہ ورسول کو ایذا دے اس پر اللہ کی لعنت دونوں جہاں میں

اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا (پ۲۲ سورۃ الاحزاب آیت ۵۷)۔

بے شک جو لوگ ایذا دیتے ہیں اللہ ورسول کو اللہ نے ان پر لعنت کی دنیا وآخرت میں اور ان کے لئے تیار کر رکھی ہے ذلت کی مار۔

(ف) یہ معاملہ خاص حبیب کا ہے اللہ تعالیٰ کو کون ایذا دے سکتا ہے یعنی اللہ نے

اپنے حبیب کی شان میں گستاخی اور بے ادبی کرنے کو اپنی ایذا فرمایا کہ وہاں تو جو معاملہ رسول کے ساتھ برتا جائے اپنے ہی ساتھ قرار پایا ہے۔

ان تمام آیات سے ایمان والے بڑے بڑے نفیس فائدے حاصل کر سکتے ہیں مجھے تو صرف دونوں تاروں کا وصل دکھانا ہے جو اس کا لحاظ رکھے گا وہ مومن کامل ہے اور ایک کو توڑے دوسرے کو جوڑے وہ جھوٹا موحد، مثل ابلیس کے ہے جو کہتا ہے کہ اللہ کے سوا کسی کو نہ مان۔ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو محبوب کی شان دکھاتا ہے اور دوسرے تار کو صحیح طریقہ سے جوڑنے کیلئے کیسی تاکیدیں فرماتا ہے۔

آیت دسویں کہ رسول کی بارگاہ میں چلا کر بولے تو سارے اعمال اکارت کر دیئے جائیں گے

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ

(پ۲۶ سورۃ حجرات آیت۲)

اے ایمان والو نہ بلند کرو اپنی آوازیں نبی کی آواز پر اور اس کے حضور چلا کر نہ بولو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو، کہیں تمہارے اعمال اکارت نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر نہ ہو۔

آیت گیارھویں کہ مسلمانوں کے مددگار صرف اللہ و رسول و اولیاء کرام ہیں

اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ ٥

اے مسلمانو تمہارا مددگار نہیں مگر اللہ اور رسول اور وہ ایمان والے جو نماز پڑھتے اور زکوۃ دیتے اور رکوع

(پ ٦، سورۃ المائدہ آیت ۵۵)　　　　کرنے والے ہیں۔

یعنی مسلمان خوب یاد رکھے اور اسے ہرگز نہ بھولے کہ جب کوئی مشکل پیش آئے حاجت طلب کرنا ہو تو سوائے اللہ و رسول اور اولیاء کرام کے کسی اور سے مدد نہ چاہیں بس اسی پر انحصار فرمایا، بے شک یہ خاص مدد ہے جس کو اللہ نے اپنے نام کے ساتھ ملا کر حصر فرما دیا کہ اگر اللہ سے مدد مانگی تو بھی صحیح اور اس کے رسول سے مدد مانگی تو بھی درست اور اولیاء کرام سے استعانت کی وہ بھی اسی آیت سے ثابت۔

(ف) ان سے معلوم ہوا کہ اولیاء کرام سے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مدد مانگنے اور حاجت طلب کرنے کو جو شرک کہتا ہے وہ اس آیت کے ساتھ کفر کرتا ہے مسلمانو! دیکھو مدد دو قسم کی ہے ایک بالواسطہ اور دوسری بلا واسطہ، بلا واسطہ مدد وہ ہے جو ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو زیبا ہے کہ ان کا رب ہر وقت اور ہر حالت میں اپنے حبیب کا مددگار ہے، مطلب یہ ہے کہ حضور یا دیگر انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام خدا کے سوا کسی دوسرے سے مدد طلب نہیں کرتے۔ کیونکہ کسی دوسرے سے ان حضرات کا مدد چاہنا ان کی شایان شان نہیں اس لئے کہ یہ انبیاء و رسل اللہ اور بندوں کے درمیان واسطہ ہیں، بندوں نے چونکہ اپنے نبی کے واسطے سے خدا کو پہچانا ہر حکم کو ہر فرمان کو بندوں نے اپنے نبی کے واسطے سے لیا، کسی بندہ خدا نے اپنے خدا سے نہیں پوچھا کہ تو نے نماز فرض کی تو ہی ہمارا خالق ہے تو ہی ہمارا رب ہے تو ہی بتا کہ نماز کیسے پڑھیں تو نے حج فرض کیا تو ہی یہ بھی بتا کہ حج کیسے کریں یہ سب باتیں اللہ کے بندوں کو حضور ہی سے ملیں تو جب دین کی نعمتیں امت نے اپنے نبی سے مانگیں اور نبی نے مرحمت فرمائیں تو دنیا کی نعمتیں بھی اسی نبی سے مانگو اللہ اس سے زیادہ خوش ہوگا کیونکہ فرما چکا کہ اللہ اور اس کا رسول اور اولیاء کرام

تمہارے مددگار ہیں۔ مسلمانو! دونوں تاروں کا وصل دیکھا، اب اس مضمون کی حدیثیں بھی سنو اور دیکھو کہ یہ دونوں تار کار ربوبیت اور رحمت کہ آپس میں کیسے واصل ہیں۔

﴿پہلی حدیث:﴾ بخاری شریف ص ۱۹۸ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"مَایَنقِمُ ابنُ جَمِیلٍ اِلَّا اَنَّهٗ کَانَ فَقِیرًا فَاَغنَهُ اللّٰهُ وَرَسُولُهٗ" — ابن جمیل کو یہی ناگوار ہوا کہ وہ فقیر تھا اللہ ورسول نے اس کو غنی کر دیا۔

(ف) اس حدیث میں بھی غنی کرنے کا ذکر ہے اور خود حضور نے اللہ کے ساتھ اپنے آپ کو ملایا۔ وہابی بتائیں کیا اسی کو شرک کہتے ہیں۔

﴿دوسری حدیث:﴾ ترمذی وابن ماجہ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔

اَللّٰهُ وَرَسُولُهٗ مَولیٰ مَنْ لَّا مَولیٰ لَهٗ — اللہ ورسول اس کے حافظ ونگہبان ہیں جس کا کوئی حامی ونگہبان نہ ہو

وہابی صاحبان! ان آیات واحادیث کو انصاف کی نگاہوں سے دیکھیں اور پڑھیں اور بتائیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی حافظ ونگہبان ہیں یا نہیں اگر ہیں تو اس عقیدے کو شرک کہنے والا منکر بے دین ہوا کہ نہیں۔

﴿تیسری حدیث:﴾ کہ افتادہ زمین کے مالک اللہ ورسول ہیں۔ بیہقی حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے موصولاً راوی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

موتان الارض لله ورسوله — جو زمین کسی کی ملک نہیں وہ اللہ ورسول کی ہے۔

﴿چوتھی حدیث :﴾ کہ قدیم زمینیں اللہ ورسول کی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

"عَادِیُ الْاَرْض لِلّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ"   قدیم زمینیں اللہ ورسول کی ملک ہیں

هو بها عن طاؤس مرسلا۔

ان دونوں حدیثوں میں جنگل اور پہاڑوں اور شہروں کی افتادہ زمینوں کی تخصیص اس لئے فرمائی کہ ان میں ظاہری ملک بھی کسی کی نہیں یہ ہر طرح خالص ملک خدا ورسول کی ہیں۔ (جل وعلا وصلی اللہ علیہ وسلم) ورنہ محلوں، گھروں، احاطوں، مکانوں کی زمینیں بھی سب اللہ ورسول کی ملک ہیں اگرچہ ظاہری نام میرا، تیرا، اس کا لگا ہوا ہے زبور شریف سے رب العزت کا ارشاد سن چکے کہ احمد مالک ہوا ساری زمین کا اور تمام امتوں کی گردنوں کا، دیکھو ان احادیث میں مجازی مالک اور حقیقی مالک ہونے کا فرق بتایا چونکہ اللہ حقیقی مالک ہے اس کی حقیقی ملکیت میں اللہ کے محبوب نے اپنا ساتھ ساتھ ذکر فرمایا اور یہی مضمون اس حدیث میں ہے اور یہ بھی صحیح بخاری کی حدیث ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کے راوی ہیں، حضور مالک دنیا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

اِعْلَمُوْ ا اَنَّ الْاَرْضَ لِلّٰہِ وَلِرَسُوْلِہٖ   یقین جان لو کہ زمین کے مالک اللہ ورسول ہیں۔ (جل وعلا وصلی اللہ علیہ وسلم)

ان مضامین کی آیتیں اور حدیثیں اور بھی بہت ہیں جس کو دیکھنا ہوں وہ اعلیٰ

حضرت مجدد دین وملت مولانا ومرشدنا شاہ محمد احمد رضا خاں صاحب قدس سرہ کی کتاب ''اَلْاَمْنُ وَالْعُلٰی'' دیکھئے انشاءاللہ آنکھیں کھل جائیں گی، ''اَلْاَمْنُ وَالْعُلٰی'' کو چھپے ہوئے تقریباً ستر سال ہونے آئے ہزاروں کی تعداد میں شائع ہوئی مگر آج تک کسی مشرک گر کو قلم اٹھانے کی جرأت نہ ہوئی اگر انصاف کی آنکھ میں ایمان کا نور ہوتا تو سارے وہابی توبہ کر کے سچے پکے سنی صحیح عقیدہ مسلمان بن جاتے مگر افسوس کہ ابتک اپنی ضد پر قائم ہیں مولیٰ تعالیٰ جل وعلا صدقہ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمیں تمہیں اور سب کلمہ پڑھنے والوں کو حق بات کے سمجھنے کی توفیق بخشے اور مشرک گروں اور دین کے دشمنوں سے بچائے اور دوست ودشمن کو پہچاننے کی تمیز مرحمت فرمائے۔ آمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

چھٹا سبق

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ فِیْ رَدِّ الْاِشْرَاکِ فِی الْعِلْمِ" مع اصلاح"

ترجمہ : فصل دوسری بیان برائی شرک فی العلم کی (ف) یعنی اس فصل میں ان آیتوں اور حدیثوں کا ذکر ہے جس سے اشراک فی العلم کی برائی ثابت ہوتی ہے۔ (عبارت تفویۃ الایمان مع اصلاح)

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَعِنْدَہٗ مَفَاتِحُ الْغَیْبِ لَا یَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ (پ ۷ سورۃ الانعام آیت ۵۹)

فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ اسی کے پاس ہیں کنجیاں غیب کی نہیں جانتا ان کو مگر وہی

اصلاح: تو جسے اللہ چاہے وہی غیب پر مطلع ہوسکتا ہے بغیر اس کے بتائے کوئی غیب نہیں جان سکتا (واحدی)

اسی آیت کے ساتھ یہ بھی آیت ہے۔

وَیَعْلَمُ مَا فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا یَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِیْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ کِتَابٍ مُّبِیْنٍ ۝ (پ ۷ سورۃ الانعام آیت ۵۹)

اور جانتا ہے جو کچھ خشکی اور تری میں ہے اور جو پتہ گرتا ہے وہ اسے جانتا ہے اور کوئی دانہ نہیں زمین کی اندھیریوں میں اور نہ کوئی تر اور خشک یہ سب ایک روشن کتاب میں ہے۔

یعنی لوح محفوظ میں یہ تمام غیب کی باتیں لکھی ہوئی ہیں۔ اور یہی مضمون اس آیت میں بیان فرمایا۔

وَمَا مِنْ غَآئِبَةٍ فِی السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِلَّا فِیْ کِتَابٍ مُّبِیْنٍ۔ (پ ۲۰ ...

اور جتنے غیب ہیں آسمانوں اور زمینوں کے سب ایک بتانے والی کتاب میں ہیں

ان آیات سے معلوم ہوا کہ ذاتی علم غیب سوائے خدائے قدوس جل وعلا کے کسی دوسرے کو نہیں اور اس نے وہ غیبوں کی باتیں کتاب مبین یعنی لوح محفوظ میں لکھ دی ہیں، یہ بات ہر عقلمند جانتا ہے کہ کتاب کے اندر جو باتیں لکھی جاتی ہیں وہ یا تو اس لئے کہ جب کبھی کوئی بات معلوم کرنا ہو تو اس میں دیکھ کر معلوم کر لے یا اسلئے کہ اس کی لکھی ہوئی باتوں سے دوسروں کو معلومات ہو تو ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے کہ کسی غیب کی بات معلوم کرنے کیلئے اس کو لوح محفوظ میں دیکھنے کی ضرورت پڑے اس کا ہر علم ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ ایک آن کیلئے بھی کوئی بات اس سے پوشیدہ نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ لوح محفوظ میں تمام غیبوں کا لکھ دینا صرف اسی لئے تھا کہ اس سے اللہ کے خاص بندے ہر ہر غیب کی بات کو جب چاہیں معلوم کر لیں اس کے ثبوت اور دلائل میں فقیر بہت سے مفسرین اور محققین کی عبارتیں پیش کر سکتا ہے کہ لوح محفوظ کا علم نہ صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلکہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کو حاصل ہے مگر بہتر ہوگا کہ بجائے دیگر مفسرین کے خود مولوی اشرفعلی صاحب کی عبارت جو انہیں کے ترجمہ والے قرآن شریف میں ہے پیش کروں۔

ع ...... مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

مولوی اشرفعلی صاحب لکھتے ہیں۔ (ترتیب قرآن شریف) قرآن شریف کی موجودہ ترتیب خود آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کی قائم کی ہوئی ترتیب ہے جو ٹھیک ٹھیک مطابق ترتیب لوح محفوظ کے ہے مگر ضرورت مقام اور موقع کی وجہ سے نزول آگے پیچھے ہوتا رہا، اسی وجہ سے جب کوئی آیت یا کامل رکوع یا سورۃ نازل ہوتی تھی تو حضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) صحابہ سے فرماتے تھے کہ اس کو قرآن کے

اس مقام پر رکھو اور اسی سلسلے میں یاد کرو، صحابہ حضور کی بتائی ہوئی ترتیب کے مطابق یاد کرتے۔ پھر اسی ترتیب کے مطابق صحابہ نے قرآن شریف کو مرتب کیا جو ہمارے آگے موجود ہے (بخاری و بیہقی) فقیر نے یہ عبارت، ہدایت نما متوسط قرآن مجید ترجمہ ۵۰۲ خوبیوں والا مطبوعہ دہلی صفحہ ۲۴ سے نقل کیا۔ اس عبارت سے معلوم ہوا کہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کو لوح محفوظ کا علم تھا اور اس کی لکھی ہوئی باتیں سب ہر وقت حضور کے پیش نظر رہتی تھیں جبھی تو ہر آیت یا سورۃ کے نازل ہونے پر صحابہ کو حکم دیتے تھے کہ اس کو قرآن شریف کے فلاں مقام پر رکھو اور اسی کے مطابق یاد کرو یہ ترتیب مطابق لوح محفوظ ہے۔ اب ہر وہابی کو بھی لازم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب میں ذرہ برابر شک وشبہ نہ کرے بلکہ یقین جانے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام غیب کی باتوں کا علم ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو کوئی حضور کے علم غیب کا منکر ہے وہ حضور سے عداوت رکھتا ہے اور عداوت حضور سے رکھنے والا خدا ہی کا دشمن ہے جیسا کہ مولوی اسماعیل صاحب نے تقویۃ الایمان میں سورۃ الانعام کی آیت وَعِنْدَهٗ مَفَاتِيحُ الْغَيْبِ . الخ..... لکھی اور پھر ترجمہ لکھا یہ نہ سمجھا کہ اس سے ذاتی علم غیب مراد ہے اور تمام ان آیتوں اور حدیثوں سے جن سے حضور کا عالم ما کان و ما یکون یعنی گزشتہ اور آئندہ کی سب باتوں کا علم حضور کو حاصل ہونا ثابت ہوتا ہے۔ آنکھیں بند کر لیں اور یوں لکھنا شروع کر دیا۔ یعنی ۔۔ اللہ صاحب نے بندوں کے واسطے ظاہر کی چیزیں دریافت کرنے کو کچھ راہیں بتا دیں ہیں جیسے آنکھ دیکھنے کو، کان سننے کو، ناک سونگھنے کو، زبان چکھنے کو، ہاتھ ٹٹولنے کو، عقل سمجھنے کو اور وہ راہیں ان کے اختیار میں دی ہیں کہ اپنی خواہش کے موافق ان سے کام لیتے ہیں جیسے سب کچھ دیکھنے کو جی چاہا تو آنکھ کھولی، نہ چاہا، تو آنکھ بند کر لی، جس چیز کا مزہ

دریافت کرنے کا ارادہ ہوا منہ میں ڈال لیا نہ ارادہ ہوا نہ ڈالا۔ سو گویا کہ ان چیزوں کے دریافت کرنے کی کنجیاں ان کو دی ہیں جیسے جس کے ہاتھ میں کنجی ہوتی ہے قفل اسی کے اختیار میں ہوتا ہے جب چاہے کھولے جب چاہے نہ کھولے، اسی طرح ظاہر کی چیزوں کو دریافت کرنا لوگوں کے اختیار میں ہے جب چاہے کریں جب چاہیں نہ کریں سو اسی طرح غیب کا دریافت کرنا اپنے اختیار میں ہو کہ جب چاہے کر لیجئے یہ اللہ صاحب کی شان ہے۔

(اصلاح) یہ اللہ تعالیٰ کیلئے دریافت کرنے کا جملہ جب چاہے دریافت کر لے ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ اللہ کس سے دریافت کریگا کیا اس کو کوئی اور بتانے والا ہے جس سے دریافت کرے گا، دوسرے اس جملہ میں اللہ رب العزت جل جلالہ کی کیسی کھلی توہین ہے کہ جب چاہے دریافت کرے یعنی اگر نہ چاہے تو نہ دریافت کرے اس سے اللہ کا علم بھی ہر وقت یکساں نہ رہا۔ بلکہ دریافت نہ کرے تو جاہل رہے گا (معاذ اللہ) ایسے عقیدے سے کفر ثابت ہوتا ہے کیونکہ جو مثالیں لکھی ہیں کہ جب چاہے آنکھ بند کرے اور جب چاہے آنکھ کھول دے پھر یہی بات اللہ پاک کیلئے لکھ دی ایسا جملہ اللہ تعالیٰ جل وعلا کی شان میں استعمال کرنا یقیناً کفر ہے کہ جب چاہے دریافت کر لے بلکہ اس کا علم ہمیشہ سے یکساں ہے اور ہمیشہ یکساں رہے گا عالمین کا کوئی ذرہ اس سے نہ کبھی پوشیدہ تھا نہ پوشیدہ ہے، جو شخص اللہ تعالیٰ ہی کے علوم کو نہ پہچان سکا وہ اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم کی جو ان کے رب جل وعلا نے عطا فرمائے ہیں کیا قدر کرے گا۔ دوسری بات یہ کہ اوپر تم نے ابھی پڑھا مولوی صاحب لکھتے ہیں کہ جس کے ہاتھ میں کنجی ہوتی ہے۔ قفل اسی کے اختیار میں ہوتا ہے کہ جب چاہے کھولے، جب چاہے نہ کھولے، اس لئے ضرورت ہے کہ فقیر اپنے

مسلمان بھائیوں کے اطمینان کیلئے ایک دو حدیثیں اسی جگہ نقل کردے کہ کون کون سی کنجیاں اللہ نے اپنے حبیب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائی ہیں۔

حدیث کہ مدد دینے کی کنجیاں، نفع پہچانے کی کنجیاں حضور کے ہاتھ میں اور زمین وآسمان کی سب مخلوق حضور کے قبضہ میں ہے اور ساری دنیا حضورؐ کی مٹھی میں

ابونعیم حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں۔

"لَمَّا خَرَجَ مِنْ بَطْنِیْ فَنَظَرْتُ اِلَیْهِ فَاِذَا اَنَا بِهٖ سَاجِدًا ثُمَّ رَاَیْتُ سَحَابَةً بَیْضَاءَ قَدْ اَقْبَلَتْ مِنَ السَّمَاءِ حَتّٰی غَشِیَتْهُ فَغَیَّبَ عَنْ وَّجْهِیْ ثُمَّ تَجَلَّتْ فَاِذَا اَنَا بِهٖ مُدْرَجٌ فِیْ ثَوْبِ سُوْفٍ اَبْیَضَ وَتَحْتَهٗ حَرِیْرَةٌ خَضْرَاءُ وَقَدْ قَبَضَ عَلٰی ثَلٰثَةِ مَفَاتِیْحَ مِنَ اللُّؤْلُؤِ الرَّطْبِ وَاِذَا قَائِلٌ یَّقُوْلُ قَبَضَ مُحَمَّدٌ عَلٰی مَفَاتِیْحِ النُّصْرَةِ وَمَفَاتِیْحِ الرِّیْحِ وَمَفَاتِیْحِ النُّبُوَّةِ ثُمَّ اَقْبَلَتْ سَحَابَةٌ اُخْرٰی حَتّٰی

جب حضور میرے شکم سے پیدا ہوئے میں نے دیکھا سجدے میں پڑے ہیں پھر ایک سفید ابر نے آسمان سے آکر حضور کو ڈھانپ لیا کہ میرے سامنے سے غائب ہو گئے پھر وہ پردہ ہٹا تو میں کیا دیکھتی ہوں کہ حضور ایک اونی سفید کپڑے میں لپٹے ہیں اور سبز ریشمین بچھونا بچھا ہے اور گوہر شاداب کی تین کنجیاں حضور کی مٹھی میں ہیں اور ایک کہنے والا کہہ رہا ہے کہ تصرف کی کنجیاں، نبوت کی کنجیاں، نفع کی کنجیاں، سب پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم

غَشِيَته فَغَيَّبَ عَنِّی ثُمَّ تَجَلَّتْ فَاِذَا اَنَا بِهٖ قَدْ قَبَضَ عَلٰی حَرِيْرَةٍ خَضْرَاءَ مَطْوِيَّةً وَاِذَا قَائِلٌ يَقُوْلُ بَخٍّ بَخٍّ قَبَضَ مُحَمَّدٌ عَلَی الدُّنْيَا كُلِّهَا لَمْ يَبْقَ خَلْقٌ مِّنْ اَهْلِهَا اِلَّا دَخَلَ فِیْ قَبْضَتِهٖ "۔

نے قبضہ فرمایا، پھر اور ابر نے آکر ڈھانپا کہ میری نگاہ سے چھپ گئے پھر پردہ ہٹا تو دیکھتی کیا ہوں کہ ایک سبز ریشم کا لپٹا ہوا کپڑا حضور کی مٹھی میں ہے اور کوئی منادی پکار رہا ہے واہ واہ ساری دنیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مٹھی میں آئی، زمین وآسمان میں کوئی مخلوق ایسی نہ رہی جوان کے قبضہ میں نہ آئی ہو۔

حدیث دوسری: بخاری ومسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی گئی کہ حضور فرماتے ہیں۔

"بَيْنَمَا اَنَا نَائِمٌ اِذْ جِئْیُ بِمَفَاتِيْحَ خَزَائِنِ الْاَرْضِ فَوَضِعَتْ فِیْ يَدَيَّ"۔

میں سو رہا تھا کہ تمام خزائن زمین کی کنجیاں لائی گئیں اور میرے دونوں ہاتھوں میں رکھ دی گئیں۔

حدیث تیسری: امام احمد مسند اور طبرانی معجم کبیر میں حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے راوی حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

"اُوْتِيْتُ مَفَاتِيْحَ كُلِّ شَیْءٍ اِلَّا الْخَمْسَةَ"۔

مجھے ہر چیز کی کنجیاں عطا ہوئیں سوا ان پانچ کے۔

❁ علامہ حنفی حاشیہ جامع صغیر میں فرماتے ہیں "ثُمَّ اَعْلِمَ بِهَا بَعْدَ ذَالِكَ" یعنی پھر یہ پانچ بھی عطا ہوئیں یعنی غیوب خمسہ کا علم بھی دیا گیا۔

❁ اسی طرح امام جلال الدین سیوطی نے بھی "خصائص کبریٰ" میں نقل فرمایا کہ

پھر بعد میں غیوب خمسہ کا بھی علم عطا ہوا اور صا
ہیں کہ یہی حق ہے اور پھر یہی مضمون "احمد وا
رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ
بہر حال یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچی کہ اللہ تعالیٰ
اپنے حبیب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عط

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

احب ''شرح فتح المبین ''میں فرماتے
ابویعلی'' نے حضرت عبداللہ بن مسعود
صلی اللہ علیہ وسلم کو غیوب خمسہ کا علم ملا،
نے ہر چیز کی کنجیاں مع غیوب خمسہ کے
ا فرمائیں۔

☆☆☆☆☆☆☆

پھر بعد میں غیوب خمسہ کا بھی علم عطا ہوا اور صاحب ''شرح فتح المبین'' میں فرماتے ہیں کہ یہی حق ہے اور پھر یہی مضمون ''احمد وابو یعلی'' نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غیوب خمسہ کا علم ملا، بہر حال یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچی کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کی کنجیاں مع غیوب خمسہ کے اپنے حبیب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆